سوادِ اعظم
مؤلف
علامہ یٰسین اختر مصباحی
ناشر
مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، توپسیا
آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا مغربی بنگال

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَالْاَعظَم فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ فِی النَّارِ (حدیث نبوی)

سواداعظم (بڑی جماعت، جمورامّت) کی پیروی کروکیوں کہ جواس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

سلسلہ اشاعت نمبر ۵۵

سَوَادِ اُعظم

مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی – ۲۵

بانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی

رابطہ نمبر: 09350902937

باہتمام: مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

ناشر

مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، توپسیا

آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا، مغربی بنگال

موبائل: 9830367155

Syed Shah Muhammad Amin Qadri
Sajjadah Nashin Khanqah-e-Barkaatiya
Managing Member, Managing Committee
Waqf Dargah Shah Barkat Ullah 62
Marehra (Etah) U.P.
Ph.: 05742-262254

سید شاہ محمد امین قادری
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف
ممبر منتظم، کمیٹی منتظمہ وقف درگاہ شاہ برکت اللہ 62
مارہرہ (ایٹہ) یو. پی.

پیغام

Ref.:...............

حامداً و مصلیاً و مسلماً

Date.:...........

یہ ایک حقیقی امر ہے کہ جب کوئی کتاب منصۂ شہود پر آتی ہے تو علم وآگہی کا ایک چراغ روشن کیا کرتی ہے اور وہ کتاب جب سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہو تو یقیناً منبع انوار وہدایت ہوتی ہے، جو پورے معاشرے کو منور ومجلی کرنے کے لیے بہترین وموثر ذریعہ ہے۔
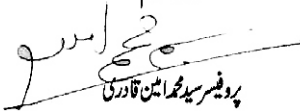
قابل مبارک باد ہیں مولانا مجاہد حسین حبیبی اور ان کے رفقاء کار، جنہوں نے مساعی جمیلہ کر کے ہر سال کی طرح امسال بھی ولادت رسول مقبول ﷺ کے پرمسرت موقع پر ان کے امتیوں کو سیرت النبی پر مبنی ۱۲ مفید کتب کا نذرانہ پیش کرنے جارہے ہیں۔ یہ محض کتابوں کی اشاعت ہی نہیں بلکہ اس اشاعت کے ذریعہ ان کے پیغام کو عام کرنا بھی ہے اور امت مسلمہ کو اصلاح کی راہ پر گامزن کرنا بھی۔

آج کے اس دور پرفتن میں جب کہ ساری دنیا سیاسی، سماجی اور معاشی بحران کی شکار ہے، آپسی تصادم نے انسانی اقدار کو پامال کر کے رکھ دیا ہے، ایسے میں ہمارے لئے قرآن وسنت دستور عمل بھی ہے اور دستور حیات بھی۔

لہٰذا تمام صاحب استطاعت، صاحب ثروت اور صاحب منصب حضرات کو چاہئے کہ قرآن وسنت کی تعلیم کو عام کریں اور مذہبی اقدار کا پاس ولحاظ کر کے دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں۔

میں اپنی طرف سے اور تمام وابستگان سلسلہ کی جانب سے مولانا مجاہد حسین حبیبی کو اس کار خیر پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ وطفیل میں مزید ترقی کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری صفوں میں اتحاد واتفاق قائم فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلینا وعلیہم ومعہم اجمعین۔

فقط والسلام

پروفیسر سید محمد امین قادری
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ

Residence: Masha Allah, Kabir Colony, Jamalpur, Aligarh-202002
Ph.: 0571-2700501, 9837051622

تفصیلات

کتاب .... سَوادِ اعظم

مؤلِّف .... یٰسٓ اختر مصباحی

طبعِ اوّل .... ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء دارُالقلم دہلی

طبعِ دوم .... ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء رضوی کتاب گھر دہلی

طبعِ سوم .... ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء // //

طبعِ چہارم .... ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء // //

طبعِ پنجم .... ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء // //

طبعِ ششم .... ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء دارُالقلم دہلی

(متعدّد ایڈیشن کے بعد) ..... ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء مکتبہ اَیُّوبیہ، کوشی نگر۔ یوپی

.... ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال

.... ۶ رتالتلہ لین، کلکتہ: ۷۰۰۰۱۴

تعدادِ اشاعت .... ایک ہزار (۱۰۰۰)

باہتمام .... مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

صفحات ۱۱۲

قیمت ۴۰

تہدیہ بخدمت
مشائخ وعُلماے دہلی

قطبُ الاقطاب خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکی دہلوی	وصال ۶۳۳ھ
محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی	وصال ۷۲۵ھ
حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اَوَدھی، چراغ دہلی	وصال ۷۵۷ھ
حضرت سید ابراہیم ایرجی قادری دہلوی	وصال ۹۵۳ھ
حضرت شیخ عبد العزیز شکر بار دہلوی	وصال ۹۷۵ھ
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی	وصال ۱۰۱۲ھ
امام المحدِّثین شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی	وصال ۱۰۵۲ھ
حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی	وصال ۱۱۷۶ھ
حضرت شاہ عبد العزیز محدِّث دہلوی	وصال ۱۲۳۹ھ
حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجدِّدی دہلوی	وصال ۱۲۴۰ھ

مشائخ وعُلماے لکھنؤ

مخدوم اَوَدھ حضرت شاہ محمد مینا چشتی لکھنوی	وصال صفر ۸۸۴ھ
استاذُ الہند علاّمہ نظام الدین محمد فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء
بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء
عارفِ حق حضرت مولانا نورُ الحق فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء
حضرت مفتی ظہورُ اللہ فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء
حضرت مولانا ولی اللہ فرنگی محلی	وصال ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء
حضرت مولانا جمال الدین فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء
حضرت مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء
حضرت مفتی محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء
ابو الحسنات مولانا محمد عبد الحئ فرنگی محلی لکھنوی	وصال ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

تهدیه

(۱)خلیفۂ شمسِ مارَہرہ،حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری برکاتی بدایونی (وصال محرمُ الحرام۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

جن کے بارے میں آپ کے مُرشِدِ برحق، شمس العارفین حضرت سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں قادری برکاتی مارَہروی (وصال ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء)قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:''حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا تھا کہ:

خداوند تعالیٰ نے اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا کہ:

نظام الدین! میرے لئے دنیا سے کیا لایا ہے؟

تو مَیں اس اَوَدھی نوجوان، نصیر الدین محمود (چراغ دہلی) کو پیش کردوں گا۔''

اسی طرح آلِ احمد سے بروزِ قیامت اگر سوال ہُوا

تو، مولوی عبدالمجید بدایونی کو پیش کردوں گا۔''

(۲) چشم و چراغِ خاندانِ برکات، فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵/صفر۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) فرزندِ گرامی حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)قُدِّسَ سِرُّھُمَا۔

جن کے بارے میں آپ کے مُرشِدِ برحق، خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی قادری برکاتی مارَہروی (وصال ذوالحجہ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء)قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:''اگر خدائے بزرگ و برتر نے قیامت کے روز مجھ سے سوال فرمایا کہ:

آلِ رسول! میرے لئے کیا لائے ہو؟

تو، مولوی احمد رضا کو پیش کردوں گا۔‘‘

☆☆☆☆

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ

بول بالے مِرے سرکاروں کے

اور عُلمائے بدایوں و بریلی کے مَرجعِ عقیدت

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارَہرہ مطہَّرہ کی خدمت میں۔

جس نے عرسِ قاسمی برکاتی مارَہرہ مقدَّسہ میں ’’فِکر وتدبیر کانفرنس‘‘ کی ایک نئی طرح ڈالی ہے۔اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی قیادت ورہنمائی، اہلِ سُنَّت وجماعت کی شیرازہ بندی، اورتحریکِ اکابر واسلاف شناسی کی ملک گیر سرپرستی کرتے ہوئے تاریخِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے ایک نئے دَور کا آغاز کیا ہے۔ **فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔**

عِلم کا اس آستانے پر سَدا پَہرہ رہے

صورتِ خورشید تاباں، میرا مارَہرہ رہے

نیازمند وعقیدت کیش:۔ یٰسٓ اختر مصباحی۔ دارُالقلم، دہلی

دوشنبہ مبارکہ۔ ۷رربیع الآخر ۱۴۳۴ھ/۱۸رفروری ۲۰۱۳ء

سَوَادِ اعظم کا صراطِ مستقیم

اِس وقت مسلمانانِ ہند اپنی تاریخ کے نازک ترین دَور سے گذر رہے ہیں اوران کے اِمتیاز و تشخّص پر ہر چہار جانب سے فکری اور عملی سطح پر منظّم انداز سے حملے کیے جارہے ہیں۔

اِن حملوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کی مختلف تدابیر، مسلمانوں کے باشعور طبقے کی جانب سے بیان کی جارہی ہیں اور انھیں منظّم اور طاقت وَر بنانے کے نئے نئے طریقے آزمائے جارہے ہیں۔

متعدّد حلقے مسلمانوں کی بے اثری وکم زوری کا یہ علاج بتاتے ہیں کہ:

مسلمانانِ ہند کو تعلیمی میدان میں آگے آنا چاہیے اور تعلیم ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو ترقی کے مدارِج تک پہنچانا چاہیے۔

کسی گوشے سے یہ آواز آتی ہے کہ:

مسلمان آگے بڑھ کر تجارت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھام لیں اور تجارتی شعبوں پر حاوِی ہوکر اپنے ہر حریف اور مَدِّ مقابل کو پیچھے چھوڑ دیں۔

کچھ ماہرینِ صنعت یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ:

مسلمان اگر صنعتی انقلاب برپا کردیں تو وہ دوسری قوموں پر چشمِ زدن میں غالب آجائیں گے اور اکیسویں صدی عیسوی کے اس سائنسی دَور کی زمامِ قیادت وسیادت خود بخود ان کے ہاتھ میں آجائے گی۔

اسی طرح مسلمانوں کا باہمی اختلاف وانتشار دور کرنے اور مِن حیث القوم مسلمانوں کو متحد اور مضبوط بنانے کے بھی مختلف فارمولے پیش کیے جارہے ہیں۔ اور بزعمِ خویش اپنے مَوقِف پر اس طرح اِصرار کیا جارہا ہے کہ اگر اسے قبول کرکے اس پر عمل کرلیا جائے تو مسلمانوں کے سارے مسائل حل ہوجائیں اور ساری مشکلات کا خاتمہ ہوجائے۔

کوئی جماعت ''توحید'' کا جھنڈا اِس طرح بلند کرتی ہے کہ:

عظمتِ انبیاو مُرسلین عَلَیهِمُ الصَّلوٰةُ والتَّسلِیم کونظر انداز کرنے لگتی ہےاور اِتّباع و تعظیمِ اَسلاف وائمہ کرام سے مُنحرف ہوکر اَبرار وصالحین کے مقام ومرتبہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ پامال کرنے لگتی ہے۔

کوئی فرقہ دَعوائے سُنّیت وحنفیت اورتصوُّف وطریقت کے باوجودنہایت سنگین وقابلِ اعتراض گستاخانہ عبارات کی نشان دِہی اور مُخلصانہ ومصلحانہ تنبیہ وہدایت ومؤاخذہٴ شرعی کے باوجود اِعتراف ِخطاوقبولِ حق سے گریز کرتے ہوئے انھیں مسلسل اورمتواتر شائع کرتا چلا آرہا ہے۔

کوئی گروہ دوچار تبلیغی چلّوں اور گشتی قافلوں میں شریک ہوکر اپنے سامنے بڑے بڑے عُلما ومشائخِ کرام کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے اور دین ودنیا کے بیشتر ضروری معاملات ومسائل سے لاتعلق اور بے نیاز ہوکر تسبیح کے دانوں میں اُلجھا رہتا ہے۔

کچھ رجسٹر بردار حلقے، بزرگانِ دین کے نام پر اپنی دنیا داری کا بازار گرم رکھنے اور قبورِ صالحین کوغلط طریقے سے استعمال کرکے انھیں ذریعہٴ معاش بنانے کو ہی اپنا وظیفہٴ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔

کچھ نبض شناس اور فنکار اَفراد شریعت پر کبھی کبھی اپنی طبیعت کو ترجیح دینے سے نہیں چوکتے اور اپنی ذاتی خواہش ومفاد کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

معدودے چند ایسے بھی ہوتے ہیں جو مَسلک کی باربار دُہائی دے کر اپنا مطلب پورا کرتے ہیں۔ بلکہ ان میں ایک آدھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بڑی ہوشیاری اور چابُک دستی کے ساتھ اس طرح کی اپنی تجارت کوفروغ دے کر اپنے معاشی استحکام کا سامان بھی کرلیتے ہیں۔

کچھ برادرانِ جماعت، سارے اَسلافِ کرام کی ذہنی غلامی سے آزاد ہوکر اپنے بانیِ جماعت کی ذہنی غلامی میں اس طرح مبتلا ہو چکے ہیں کہ اس کی وضع کردہ ''حکومتِ الٰہیہ'' کے علاوہ انہیں کسی دوسرے موضوع سے گویا کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ اور ''قوتِ نافذہ پر قبضہ'' کی کوشش میں وہ حکومتوں کے ساتھ محاذ آرائی اور ان کی طرف سے دارو گیر کا اکثر شکار ہوتے رہتے ہیں۔

بے شمار نام نہاد دانشورانِ قوم ایک طرف ''فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید'' پر کمر بستہ نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ان کا حال یہ ہے کہ عربی و اسلامی علوم و فنون کا ناقص و منتشر مطالعہ ہی ان کا سرمایۂ حیات ہوتا ہے۔

ان مختلفُ الخیال، مختلفُ الفکر، مختلفُ الجہت، مختلف النّوع افراد اور جماعات و جمعیات کا خیال کچھ اس قسم کا ہے کہ ع وَلِلنَّاسِ فِیمَا یَعْشِقُونَ مَذَاھِبُ۔ یہ عشق اور اس کا اختیار کردہ مذھب (طرز و طریقہ) مقامِ مدح نہیں بلکہ مقامِ ذَم میں ہے۔

ہر عَہد و قرن میں انسانی گروہ کے اندر ایسے افراد اور افکار پائے جاتے رہے ہیں جنھیں انسانیت و مذھب و اخلاق کے دامن کا بدنُما داغ قرار دیا جا سکتا ہے۔

کچھ خود بہکے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ اس سے آگے بڑھ کر دوسروں کو بہکانے میں لگے رہتے ہیں۔ کچھ فریبی ہوتے ہیں اور کچھ فریب خوردہ ہوتے ہیں۔ کچھ اَبلہ و کوتاہ نظر ہوتے ہیں کچھ شاطِر و عَیّار ہوتے ہیں۔ کچھ عالم ہوتے ہیں کچھ جاہل ہوتے ہیں۔ کچھ دانشور ہوتے ہیں کچھ بے دانش ہوتے ہیں۔

ان کا انداز اور ان کے طریقے اور شعبے جدا جدا ہوتے ہیں۔ مگر ''عِبَادِ مُخلَصِین'' ان کے چالوں اور حملوں سے بتوفیقِ الٰہی محفوظ رہتے ہیں۔ گمراہی کی آفتیں اور تدبیریں، نفس پرستی و شکم پروری کے حیلے اور حربے، دین کے لبادے میں دنیا داری و ذخیرہ اندوزی، کبھی اللہ و رسول کے نام پر، کبھی قرآن و حدیث کے نام پر، کبھی نماز و روزہ کے نام پر، کبھی تعمیرِ مسجد و مدرسہ کے نام پر، کبھی بُزرگانِ دین کے نام پر اور کبھی تحفظِ مذھب و مسلک کے نام پر نفسانیت کا بازار گرم کیا جاتا ہے اور مذھب و اخلاق کا خون کیا جاتا ہے۔

کچھ ایسے پُر فریب اور مَکّار افراد ہیں کہ خلقِ خدا ان کی شاطرانہ چالوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور ان میں سے جو کچھ فکر و شعور رکھتے ہیں وہ اس صورتِ حال سے گھبرا کر پکار اُٹھتے ہیں کہ:

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں؟
کہ درویشی بھی عَیّاری، شہنشاہی بھی عَیّاری

اور کہیں سے خلقِ خدا کو ہوشیار و بیدار کرنے والے مردِ دانا کی یہ صدا اُن کے کانوں میں گونجنے لگتی ہے کہ:

آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں، یاں وہ چور بَلا کے ہیں
سونے والو! جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے

ایسے عالمِ رُستاخیز میں مجھے سرزمینِ ہند کے اُس دانائے راز، اسلام کے اُس بَطلِ جلیل اور محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے اس عاشقِ صادق کی یاد آتی ہے جو اِخلاصِ قلب کے ساتھ عشقِ مصطفیٰ عَلَیہِ التَّحِیَّۃُ و الثَّناء کو صرف اپنے زخمِ جگر کا مَرہم نہیں بلکہ غمِ کائنات کا بھی مداوا سمجھتا ہے اور مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے وجودِ مسعود اور آپ کے ارشادات و ہدایات کی اِقتدا و اِتباع اور تعظیم و تکریم کو جانِ ایمان سمجھتا ہے۔

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے اِنھیں
ایمان یہ کہتا ہے: مری جان ہیں یہ

اور جس کا حُسنِ اعتقاد یہ ہے کہ:
مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی نگاہِ رحمت جس طرف اُٹھ جائے اُسی طرف خامۂ قدرت بھی چلنے لگے:

نعمتیں بانٹتا جس سَمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلمدان گیا

یادِ محبوبِ کردگار (صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم) کی حرارت و تپش کو جو سرمایۂ حیات اور ایسا کربِ دل نواز و دَردِ مسّرت انگیز تصور کرتا ہے کہ شب و روز وہ اس میں اضافہ کی اس طرح تمنا کرتا رہتا ہے:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو دَرد کا مزہ، نازِ دَوا اُٹھائے کیوں؟

اور اسی نعمتِ کبریٰ کو سینے سے لگائے ہوئے آغوشِ لحد تک پہونچ کر وہ اسے اس طرح روشن و منوّر کر ڈالتا ہے کہ:

لَحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی، چراغ لے کے چلے

ایمان و اسلام بلکہ کمالِ ایمان و اسلام کی بات یہ ہے کہ:

محمدِ عربی نبیِ ہاشمی صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے دامنِ مقدس سے وابستہ ہو کر ہی انسانیت اپنی منزلِ مقصود تک پہونچ سکتی ہے۔ان کی تعلیماتِ مبارکہ پر عمل کر کے ہی دنیا کے مصائب و آلام کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔اور سُنَّتِ رسول علیہِ التَّحِیَّۃُ و الثَّناء کی روشنی میں ہی بے قرار انسانیت کو راحتِ دل اور سکونِ حیات میّسر آ سکتا ہے۔

اپنے جذبات وخواہشات،اپنے مفادات ومصالح،اور اپنی جان ومال کو عظمتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم پر قربان کر دیا جائے،رسولِ محترم ومکرّم ومعظّم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی ذات وصفات کا قرب وفیض حاصل کرنے کو مقصدِ حیات تصور کر لیا جائے اور آپ کے اعمال واخلاق کو نمونۂ زندگی قرار دے کر آپ کے ارشادات وہدایات و تعلیمات کے مطابق زندگی کا ایک ایک لمحہ گذارا جائے۔اِس کے علاوہ کتاب وسُنَّت کی دعوت اور کیا ہے؟

خود خالقِ ارض وسماوات کا پیغام ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌحَسَنَۃٌ (اَلْاَحْزَاب:۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول،بہترین نمونہ ہیں۔“

یہ رسولِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم ایسے نمونۂ کامل ہیں کہ مذہب واَخلاق،علم ودانش،تجارت وصنعت، اِصلاح وقیادت اور حکمرانی وجہاں بانی کے جس شعبے میں بھی جسے ضرورت ہوگی وہ آپ کی مکی ومدنی زندگی کے متعدّد مَراحِلِ حیات میں اپنی ہدایت ورہنمائی کے بہترین نمونے پا جائے گا۔

اور جن کی اِقتدا واِتباع،محبتِ خداوندی کا واحد ذریعہ اور وسیلہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِى يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران: آیت:۳۱)

تم فرمادو کہ: اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا۔"

جن کی بارگاہ کا ادب واحترام، اللہ ربُّ العِزّت نے اس طرح سکھایا ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَاتَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (اَلْحُجُرَات: ۲)

اے ایمان والو! اپنی آواز، نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور نہ ان کے حضور زور سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ کہیں تمہارے عمل اَکارت نہ چلے جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اور اپنی محبت ومَوَدَّت کے بارے میں جن کی خود یہ دعوت اور اعلانِ عام ہے کہ:

لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (صحیح بخاری، بابُ حُبِّ الرَّسولِ مِنَ الایمان۔"کتابُ الایمان۔ وصحیح مُسلم. باب وُجوبِ مُحبَّةِ رسولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَليهِ وَسَلَّم۔ کتابُ الایمان)

تم میں کا کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے باپ، اپنی اولاد ،اور سارے انسانوں سے زیادہ وہ مجھ سے محبت نہ رکھے۔"

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر باُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

عشق ومحبت اور اِتباع واطاعتِ رسولِ (صَلَّى اللّٰهُ عَليهِ وَسَلَّم) ہر صحیحُ العقیدہ والعمل سُنّی مسلمان کا گراں قدر سرمایہ اور مَتاعِ دین وایمان ہے۔

اپنے آپ کو"سُنّی کہنے" اور واقعی معنیٰ میں "سُنّی ہونے" کا فرق ملحوظ رکھتے ہوئے قارئینِ کرام "سُنّی" کی یہ تعریف ملاحظہ فرمائیں:

''سُنّی وہ ہے جو مَااَنا علیہِ واَصحابِی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو:
خُلفاے راشدین، ائمہٴ دین، مسلم مشائخِ طریقت اور متاخّر عُلماے کرام میں سے:
حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی و ملک العُلما، سندُ الفُضلا، بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی وحضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی وحضرت مولانا مفتی شاہ فضلِ رسول بدایونی وحضرت مفتی ارشاد حسین مجدّدی رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مَسلک پر ہوں۔'' رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تعالیٰ۔(ص۹۔اَلفقیہ ،امرتسر، پنجاب۔مؤرخہ ۲۱ راگست ۱۹۲۵ء) آل انڈیا سُنّی کانفرنس مُرادآباد(قائم شدہ ۱۹۲۵ء) کی تنظیم وتشکیل (زیرِ قیادت واہتمام صدرُالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی۔وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کے وقت متحدہ ہندوستان کے معروف وممتاز عُلماومشائخِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت نے سُنّی کی مذکورہ تعریف کی۔جن عُلماومشائخِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت نے سُنّی کی یہ تعریف کی،اُن کے اَسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:
صدرُالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی، صدرُالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی ،مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی ،مُحدّثِ اعظم مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی ،مبلّغِ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ،ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد قادری لاہوری وغیرھُم رِضوانُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیہِم اَجمعین۔
صدرُالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) سُنّی کی تعریف اس طرح بھی تحریر فرماتے ہیں:
''اہلِ سُنَّت وجماعت وہ ہیں جو:
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے عقائد پر ہوں۔
حدیث میں ہے:قالُوا:مَنْ ھُمْ یارَسولُ اللّٰہ؟
قالَ:مَااَناعَلیہِ واَصحابِی۔
یا یوں سمجھیے کہ:
حضرت امام ابومنصور ماتُرِیدی اور حضرت امام ابوالحسن اَشْعَرِی نے سُنّیوں کے جو عقائد

بیان فرمائے ہیں، اُن پر عقیدہ رکھے۔

اور اَب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔

اور جو اِن چاروں سے باہر ہے وہ باطل پر ہے۔

علاّمہ سید طحطاوی، حاشیۂ دُرِّ مختار میں فرماتے ہیں:

وھٰذہِ الطَّائفۃُ الناجیۃ قَد اجتَمعَتِ الیومَ فِی مَذاھِب اَربعۃ۔ وھُمُ الحَنفِیُّون والمَالکیُّون والشَّافعِیُّون والحَنبلِیُّون ۔ رَحِمَھمُ اللّٰہُ تعالیٰ ۔ ومَنْ کانَ خارِجاً عَنْ ھٰذِہِ الاَربعۃِ فِی ھٰذاالزَّمانِ فھُوَمِنْ اَھلِ البِدعَۃِ وَالنَّار۔

شاہ ولی اللہ صاحب (دہلوی)، رسالہ "اَلاِ نْصاف" میں لکھتے ہیں:

بعدَالمِأتَین ظَھَرَ التَّمَذْھَبُ لِلمُجتھِدِینِ بِاَعْیَانِھِم ۔ وَقَلَّ مَنْ کانَ لَایَعْتَمِدُ عَلٰی مَذھبِ مُجتھِدٍ بِعَینِہٖ۔

قاضی ثناء اللہ (پانی پتی) صاحب "تفسیرِ مظہری" میں لکھتے ہیں:

اَھلُ السُّنَّۃِ قَدافتَرَقَتْ بعدَالقُرُونِ الثَّلٰثۃِ اَوِالْاَرْبعۃِ عَلٰی اَربعۃِ مذاھب ۔ لَمْ یَبْقَ فِی الفُرُوعِ سِویٰ ھٰذِہِ المَذاھِبِ الْاَربعۃِ ۔ وَاللّٰہ تعالیٰ اَعْلَمُ ۔ (ص ۳۳۷۔ فتاویٰ امجدیہ، جلدِ چہارم۔ مطبوعہ دائرۃُ المعارف الامجدیہ، قصبہ گھوسی ۔ضلع مئو۔ صوبہ اتر پردیش۔ انڈیا۔ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

راہِ حق پر سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت ہی ہیں اور انھیں کی راہ، صراطِ مستقیم ہے۔ اس سلسلے میں اپنے موقف و مسلک کا واضح اظہار کرتے ہوئے فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ارشاد فرماتے ہیں:

ہم ہمیشہ، جمہور سَوادِ اعظم کے پَیرو ہیں۔"

(ص ۵۹۰۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مؤلّفہ مولانا ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور)

اور اہلِ سُنَّت و جماعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"جو سَوادِ اعظمِ مُسلمین کے پَیرو ہیں۔ جن کے اِتِّباع کا متواتر حدیثوں میں حکم ہے۔

اور حدیث نے مذہبِ حق کی پہچان یہی بتائی ہے:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔
مسلمانوں کے سَوادِ اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرو۔ کہ جو اس سے جُدا ہوا وہ جہنم میں گیا۔
ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ مقلّدین ہیں۔ غیر مقلِّدین بہت قلیل ہیں۔'' الخ

(ص ۵۹۶۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مؤلّفہ مولانا ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور)

امامُ المحدِّثین شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی ایک محقّقانہ اور فیصلہ کُن تحریر (بابُ الْاِعْتِصام۔ جلدِ اول۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات شرحِ مشکوٰۃ) کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے سیفُ اللہ المسلول علاّمہ فضلِ رسول عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) اپنی مشہور کتاب ''سیفُ الجبار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات ظاہر ہے کہ ہر فرقہ (اپنے) آپ کو ''صراطِ مستقیم'' یعنی سیدھی راہ پر جانتا ہے۔ مگر صرف ہر ایک کا جاننا اور کہنا کفایت نہیں کرتا۔ اور فقط ان کے کہہ دینے سے ثابت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ حق وہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہو۔

اس واسطے ہم رُجوع کرتے ہیں خدا اور سول کے کلام کی طرف۔ یہ بات دریافت کرنے کے لئے کہ سیدھی راہ اور صراطِ مستقیم کون سی ہے؟

سو قرآن شریف کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت مانگیں اور یوں کہیں:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

اور اسی جگہ صراطِ مستقیم کا بیان بھی فرمادیا کہ وہ راہ ان لوگوں کی ہے جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور اسی جگہ ان لوگوں کا بھی بیان فرمادیا کہ وہ کون ہیں؟ یعنی اَنبیا و صِدِّیقین اور شُھَدَا و صالحین۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ''تفسیرِ عزیزی'' میں لکھا ہے:

''جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرے تو ان لوگوں کا ذِکر کرنا لازم ہوا کہ جن کے واسطے سے سیدھی راہ بندوں کو پہنچی ہے۔ اور ان کے اَعمال کے دیکھنے اور اَقوال کے سننے سے سیدھی راہ، غیر سیدھی راہ سے جُدا ہو جاتی ہے۔

اورنہیں تو سب مختلف مذہب والوں میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ: میں سیدھی راہ پر ہوں۔
سو ایک جماعت کو مقرّ رکیا چاہیے کہ سیدھی راہ کے بیان کرنے والے ہوں۔اس واسطے سیدھی راہ کا بیان اس طرح تعلیم فرمایا کہ:

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔ یعنی اون لوگوں کی راہ کہ انعام کیا تو نے اون پر۔

اس لفظ قرآن مجید کی دوسری جگہ تفسیر فرمایا ہے کہ:

وہ چار فرقہ ہیں: اَنبیا وَ صدِّیقین اور شُھدَا وَ صالحین۔

سو معلوم ہوا کہ سیدھی راہ ان چار فرقوں کی ہے۔اور بندے کو چاہیے کہ:

اللہ سے مناجات کے وقت میں ان چار فرقوں کو اپنی نظر میں لحاظ کرے اور اون کی راہ طلب کرے۔جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے سورۂ نساء میں:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا۔ (سورۂ نساء: آیت ۶۹)

یعنی جو کوئی اِطاعت، اللہ و رسول کی بجا لاوے اور دونوں کے کہے پر عمل کرے، سو راہ میں اون لوگوں کے ساتھ جاتا ہے کہ انعام کیا ہے اللہ نے اون پر۔اور وہ چار فرقے ہیں:

اَنبیا و صدِّیقین اور شُھدَا وَ صالحین۔ یہ گروہ اچھے رفیق ہیں۔

پس اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ، میں راہ حق کا ڈھونڈھنا ہے اور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ میں رفیق کا طلب کرنا ہے کہ:

اَلرَّفِیۡقُ ثُمَّ الطَّرِیۡقُ ۔ پہلے رفیق پھر راہ۔'' الخ

(ص۴ و ۵۔سیفُ الجبار۔مؤلّفہ علاّمہ فضلِ رسول بدایونی۔مطبوعہ بدایوں۔یو پی)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۱۵)

یعنی، اور چلے سب مسلمانوں کی راہ کے سِوا۔ہم اوس کو پھیریں گے جس طرف

کو پھر گیا۔ اور پہنچاویں گے اوس کو ہم دوزخ میں۔ اور پہنچا بُری جگہ۔''

مولوی عبدالقادر (دہلوی) نے ترجمہ میں اس آیت کا فائدہ یوں لکھا ہے:

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلیهِ و آلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ:

''اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں پر۔ جس نے جُدا راہ پکڑی، وہ جا پڑا دوزخ میں۔''

پس جس بات پر اُمّت کا اِجماع ہو، وہی اللہ کی مرضی ہے اور مُنکِر ہو سو دوزخی ہے۔

ابن ماجہ نے انس رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ سے روایت کی ہے کہ:

فرمایا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلیهِ وَسَلَّم نے:

اِتَّبِعُوْ االسَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

یعنی سَوَادِ اعظم کی پیروی کرو۔ کیوں کہ جو اکیلا ہوا اکثروں کی متابعت سے وہ اکیلا دوزخ میں گرایا جاوے گا۔

شیخ عبدالحق (محدِّث دہلوی) عَلَیهِ الرَّحمة نے لکھا ہے کہ:

مقصود یہ ہے کہ جس جانب میں اکثر عُلما ہوں اوس کی پیروی کرو۔

ترمذی نے عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ سے روایت کیا کہ:

فرمایا رسولِ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلیهِ وَسَلَّم نے:

یَدُ اللّٰهِ عَلیٰ الْجَمَاعَةِ۔ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

یعنی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو جماعت سے اکیلا ہوا، دوزخ میں پڑے گا اکیلا۔''

ابوداؤداور امام احمد نے ابوذر رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ سے روایت کیا کہ:

فرمایا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلیهِ وَسَلَّم نے:

اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالقَاصِیَةَوَالنَّاحِیَةَ۔ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابِ۔ وَعَلَیْکُم بِالْجَمَاعَةِ وَالکَافَّةِ۔

یعنی شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بکری کا، کہ پکڑ لیتا ہے جس کو کہ، اپنے بھائیوں سے نفرت اور بے اُنسی کے سبب اکیلے رہے۔ اور جس کو کہ گلّے سے اکیلی چلی جاوے۔ اور جس کو کہ اکیلی رہ جاوے اپنی جماعت سے۔

گھاٹیوں میں مت جاؤ اور جماعت کو لازم پکڑو۔"

شیخ عبدالحق عَلَیہِ الرَّحمۃ نے لکھا ہے: مقصود یہ ہے کہ جماعت کو لازِم پکڑو۔

شیخ عبدالحق عَلَیہِ الرَّحمۃ نے لکھا ہے: مقصود یہ ہے کہ جماعت سے باہر نہ ہو۔ اور اکثر عالم جس طرف ہوں اس کی پَیروی کرو۔

فائدہ: یہ بات قرآن و حدیث سے خوب ثابت ہوگئی کہ:

راہِ حق اور صراطِ مستقیم، راہ، انبیا اور صدّیقین اور شُھدَا اور صالحین کی ہے۔ موافق جماعت اور سَوادِ اعظم کے۔ جو جماعت اور سَوادِ اعظم کے خلاف ہے۔ وہ دوزخی ہے۔"

(ص ۷ تا ص ۹۔ سیفُ الجبار۔ مؤلّفہ علاّمہ فضلِ رسول بدایونی، مطبوعہ بدایوں، یو پی)

آگے فرماتے ہیں:

"وہ جو فرقۂ ناجیہ، جمہور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے اَتباع (متّبِعین) کا ہے کہ جن کو اہلِ سُنّت و جماعت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب سے اب تک اوسی صراطِ مستقیم پر ہیں اور جماعت اور سَوادِ اعظمِ اُمّت وہی ہیں۔

اور ہر وقت میں اکثر اَطراف میں اِظہارِ حق اور مددگاری، دین کی اونھیں سے ہوتی رہی اور سب بدمذھبوں کو تادیب اور تنبیہ لسانی اور سنانی کرتے رہے۔ اور بموجب وعدۂ الٰہی کے اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ، غلبۂ عام اوسی فرقہ کو رہا۔

اور وہ سَوادِ اعظم، عقائد میں اَشعری، ماتُرِیدی اور فقہ میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔

جو اِن کے سِوا ہے وہ جماعت سے خارج اور سَوادِ اعظم کا تارِک اور دین کا مارِق ہے۔

اور جماعت کا تارِک اور سَوادِ اعظم کے مخالف جو فرقے اب تک ہوئے ہیں اور ان کے رَدو اِبطال اور دَفع وزَوال میں جو جو کہ پیش آیا اوس کا ذِکر کرنا بسبب شہرت کے، ضرور نہیں ہے۔"

(ص ۹ تا ۱۰۔ سیفُ الجبار۔ مؤلّفہ علاّمہ فضلِ رسول بدایونی۔ مطبوعہ بدایوں۔ یو پی)

سَوادِ اعظم (بڑی جماعت، جمہورِ اُمّت) فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ جماعت) کے بارے میں امامُ المحدّثین، عاشقِ رسول، شیخِ محقّق علی الِاطلاق شاہ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) حضرت عبداللہ بن مسعود سے مَروِی ایک حدیث بسلسلۂ اِتّباعِ صراطِ مستقیم کی تحقیق

وتوضیح کرتے ہوئے علمِ حدیث کی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اَشِعَّةُ اللّمعات شرحِ مشکوٰۃ''میں ارشادفرماتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ: یہ کیسے معلوم ہو کہ فرقۂ ناجیہ، اہلِ سُنَّت و جماعت ہی ہیں؟

اوریہی سیدھی راہ، اور خدا تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ اور دوسرے سارے راستے جہنم تک پہنچانے والے ہیں؟ دعویٰ تو ہر فرقہ یہی کرتا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے اور اس کا مذہب برحق ہے۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ:

یہاں صرف دعویٰ سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اس کی دلیل بھی ہونی چاہیے۔

اہلِ سُنَّت و جماعت کی حقَّانیَّت کی دلیل تو یہ ہے کہ:

دینِ اسلام منتقل ہوتا ہُوا اُن تک پہنچا ہے۔ جس کے لئے محض عقل کا استعمال کافی نہیں۔ اَخبارِ متواترہ سے معلوم ہوا اور احادیثِ نبوی و آثارِ صحابہ سے یقین ہوا کہ:

صحابہ وتابعین وتبع تابعین جو سَلفِ صالحین ہیں، وہ اہلِ سُنَّت وجماعت کے اسی اعتقاد اور اسی طریقہ پر رہے ہیں۔

اَقوال ومذاہب میں نفسانیت وبدمذہبی صدرِ اَوَّل کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وسَلفِ متقدمین میں سے کوئی دوسرے مذاہب کا ماننے والا نہیں تھا۔

سب کے سب ان نئے مذاہب سے بیزار تھے اور ان مذاہب کے پیدا ہوتے ہی ان کے ماننے والوں سے اپنا رشتۂ محبت وتعلق توڑ کر ان کا خوب رَدوابطال کیا۔

صِحاحِ ستّہ اور ان کے علاوہ دوسری مشہور ومُعتمد کتب جن پر احکامِ اسلام کا مدار ومبنیٰ ہوا اُن کے محدِّثین اور ائمہ فُقہاے حنفی ومالکی وشافعی وحنبلی ودیگر عُلماے کرام یہ سب کے سب مذہبِ اہلِ سُنَّت وجماعت پر ہی قائم رہے ہیں۔''

(اَشِعَّةُ اللّمعات شرحِ مشکوٰۃ۔ جلدِ اول، بابُ الِاعْتِصام)

اَشاعرہ وماتُرِیدیہ وصوفیۂ کرام کو اہلِ سُنَّت وجماعت میں شمار کرتے ہوئے آخر میں حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی رقم طراز ہیں:

ہم نے جو بات کہی ہے اُس کی صداقت اسی سے ثابت ہو جائے گی کہ:

مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی مشہور کتبِ حدیث وتفسیر وکلام وفقہ وتصوف وسِیَر وتواریخِ معتبرہ کوجمع کرکے ان کی چھان بین کرلی جائے۔ہمارے مخالفین بھی کتابیں لاکر دیکھ لیں۔تاکہ حقیقتِ حال واضح ہوجائے۔"

(اَشِعَّةُ اللَّمعات شرحِ مشکٰوۃ۔جلدِ اول،بابُ الْاِعْتِصام)

امامُ المحدِّثین شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال۱۰۵۲ھ) شیخ عبدالکریم حنبلی قادری کی ایک کتاب"قابَ قوسَین ومُلْتَقیٰ النَّامُوسَین فِی مَعرِفةِ قَدرِ النَّبِیّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم)وکیفیةِ التعلُّق بِجنابہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم سے نقل فرماتے ہیں کہ:جنابِ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقدس کے ساتھ تعلق کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم :۔آپ کی کامل اِتِّباع پر اِستقامت ۔یعنی جس قول ،فعل اورعقیدے کا کتاب وسُنَّت نے حکم دیا اسے ہمیشہ اختیار کرنا۔جیسے کہ چار ائمہ،امام ابوحنیفہ،امام مالک ،امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالیٰ میں سے کسی ایک کا طریقہ ہے۔

کیوں کہ عُلمائے محقّقین کا اِس اَمر پر اِجماع ہے کہ:

یہ چاروں ائمہ،اہلِ حق ہیں اوراِنْ شاءَ اللّٰہُ العزیز قیامت کے دن یہی فرقۂ ناجیہ(نجات پانے والی جماعت)ہوں گے۔"اِلٰی آخِرِہٖ۔

(ص۲۰۵۔اَلتَّعرُّف فِی مَعْرِفةِ الْفِقہِ وَالتَّصوُّف ۔مؤلّفہ شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی۔اردو ترجمہ بنام "تعارفِ فقہ وتصوف"ازمولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہوری۔مطبوعہ اِعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔سوئیوالان،نئی دہلی۲)

کاروانِ سَوَادِ اعظم

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے اس حقیقت کا سُراغ ملتا ہے کہ حضرت رافع وحضرت رفاعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا جواصحابِ بدر میں سے ہیں، وہ سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے۔ اور ان کے بعد مشہور راویِ حدیث حضرت مُغیرہ بن شُعبہ (وصال ۵۰ھ) حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے عہدِ خلافت اور حضرت مُہَلَّبُ بن ابی صُفرہ، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے عہدِ اِمارت میں ہندوستان وارِد ہوئے۔

جیسا کہ ابومحمد ویلشوری ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

''مجھے بعض ثِقہ لوگوں نے خبر دی کہ ''کالی کٹ'' میں قدیم مسجد کی طرح، عمارت کے سامنے مسجد پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر لکھا تھا:

اِنَّ بِناءَ ذالِک الْمَسجد سَنۃَ ثِنْتَین وعِشرِین مِنَ الھِجرۃِ۔ (اس مسجد کی تعمیر ۲۲ھ میں ہوئی)

راوی نے کہا: میں نے اس کو پڑھا ہے جس میں تاریخ بوید (۲۲) نوشتہ تھی۔''

راوی نے مزید کہا کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ:

حضرت رافع اور حضرت رفاعہ اصحابِ بدر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا کی قبریں بھی اسی مسجد کے قریب ہیں۔''

(ترجمہ۔ص ۷۔ اَلْاَدِلَّۃُ الْقَوَاطِع عَلیٰ اِلزَامِ العربیۃِ فِی التَّوَابِع)

یہی ابومحمد ویلشوری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اسلام، کیرلہ شہر میں حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے زمانے میں آیا۔ اس طرح کہ انھوں نے حضرت مُغیرہ بن شُعبہ کی قیادت میں ایک مختصر لشکر ہندوستان بھیجا اور وہ لوگ ''کالی کٹ'' پہونچے جہاں کے بادشاہ کا نام زمودن تھا۔

جب اس نے ان کی آمد اور مُعجزۂ شقُّ القمر کی خبر سُنی۔ جس کو زمودن اور تمام شہریوں نے دیکھا تھا۔ اس واقعہ (شق القمر) کے بارے میں اور اس وقت کے متعلق دریافت کیا۔

جب ان کا مشاہدہ ان کی اطلاع کے مطابق ہوا تو خود ملک زمودن اور تمام شہری مشرّف باسلام ہو گئے۔اور یہ ۲۷ھ کا واقعہ ہے۔''

(ترجمہ۔ص۶۔ اَلْاَدِلَّۃُ الْقَوَاطِع عَلیٰ اِلْزَامِ العربیۃِ فِی التَّوَابِع)

اور معروف مؤرخ، محمد قاسم فرشتہ اپنی ''تاریخِ فرشتہ'' میں رقم طراز ہے:

''۴۴ھ میں امیر معاویہ نے زیاد بن اَبِیہ کو بصرہ، خراسان اور سیستان کا حاکم مقرر کیا۔اور اسی سال، زیاد کے حکم سے عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کابل فتح کیا اور اہلِ کابل کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔

کابل کی فتح کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک نامور عرب امیر مُہَلَّبْ بن ابی صُفرہ، مُرْو کے راستے سے کابل وزابل آئے اور ہندوستان پہونچ کر انہوں نے جہاد کیا۔''

(ترجمہ۔ص۸۰، جلدِ اول۔تاریخِ فرشتہ)

نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں دیبل (سِندھ) کا تاریخی قلعہ فتح کیا اور پھر ایک طویل مدّت کے بعد پانچویں صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی اور سید سالار مسعود غازی وغیرھُمَا نے میدانِ جہاد میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اُن کی ایک مستقل الگ تاریخ ہے۔

متحدہ ہندوستان میں دعوت وتبلیغ اسلام کی حقیقی تاریخ یہ ہے کہ:

صحابہ وتابعین اور تُجَّار ودُعَاۃ ومُبَلِّغین کے ذریعہ ہندوستانیوں کے قلوب، ایمان و اسلام کی طرف مائل ہوئے اور پہلے مرحلے میں سمندری وساحلی علاقوں میں ہندوستانیوں نے بڑی خاصی تعداد میں قبولِ اسلام کیا۔یہی وجہ ہے کہ مالابار وسِندھ وکوکَن وچیمبور وکچھ وگجرات جیسے ساحلی علاقے اوّلین مرحلے میں ہی آفتابِ اسلام کی شعاعوں سے جگمگا اُٹھے۔اور یہاں کے ہندوستانی باشندے، اسلام کی نعمت سے سرفراز اور اس کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

مجموعی طور پر دُعاۃ ومبلّغینِ اسلام اور صوفیہ ومشائخِ کرام کی مَساعیِ جمیلہ سے قلوبِ اہلِ ہند، مائل بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ مسلم فاتحین وسلاطین کو عُموماً اپنی حکومت وسلطنت

سے ہی سروکار رہا اور دعوت و تبلیغِ اسلام کے فریضہ سے وہ عموماً غافل اور محروم و تہی دست رہے۔ یہ کُلّیہ نہیں مگر لِلاَ کثرِ حُکمُ الکُل کا ضابطہ ہی ان پر صادق آتا ہے۔

یہاں اِختصار کے ساتھ ہم طبقۂ صوفیہ ومشائخِ اسلام میں سے اُن چند نفوسِ قدسیہ کے اَسمائے گرامی درج کررہے ہیں جنہوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اوراس کے پاکیزہ اخلاق کو عملی شکل میں پیش کر کے اوراپنے خونِ جگر سے اسلام کی آبیاری کر کے رفتہ رفتہ پورے خطۂ ہند کو سرسبز وشاداب بناڈالا:

حضرت سید علی ھجویری داتا گنج بخش لاہوری (ولادت ۴۰۰ھ/۱۰۰۹ء۔ وصال ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (ولادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء۔ وصال ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (ولادت ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء۔ وصال ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء)

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر (ولادت ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء۔ وصال ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی (ولادت ۵۸۱ھ/۱۱۸۵ء۔ وصال ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء)

حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری (ولادت ۵۹۲ھ/۱۱۹۴ء۔ وصال ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی (ولادت ۶۳۱ھ/ یا ۶۳۴ھ یا ۶۳۶ھ/۱۲۳۸ء۔ وصال ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء)

حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحیٰی منیری (ولادت ۶۶۱ھ۔ وصال ۷۸۲ھ)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (ولادت ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء۔ وصال ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء)

امیرِ کبیر حضرت سید علی ہمدانی (ولادت ۷۱۴ھ۔ وصال ۷۸۶ھ)

حضرت مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی (ولادت ۷۰۷ھ وصال محرم ۸۰۸ھ)

حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء۔ وصال ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء)

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۲ء۔ وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء)

حضرت مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی (ولادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء۔ وصال ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء۔ وصال ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء) وغیرھُم۔ رِضوانُ اللّٰہ تعالیٰ علیہِم اَجمعین۔

اِن اصحابِ علم وفضل وارباب زُھد وتقویٰ کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں جن عُلما ومشائخِ کِرام نے کاروانِ عشق وعرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھا اُن کی ایک اِجمالی فہرست کچھ اس طرح ہے:

شمس العارفین سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارَہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال ۱۲۳۵ھ /۱۸۲۰ء) بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ۔ وصال ۱۲۲۵ھ /۱۸۱۰ء) حضرت قاضی ثناء اللہ مجدِّدی پانی پتی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) حضرت شاہ ابوسعید مجدِّدی رام پوری (ولادت ۱۱۹۶ھ۔ وصال ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ ۔ وصال ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) حضرت شاہ نورُ الحق فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) حضرت شاہ عبد العزیز محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ ۔ وصال ۱۲۳۹ھ/۲۴ ۔ ۱۸۲۳ء) حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجدِّدی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ ۔ وصال ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ۔ وصال ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) حضرت شاہ احمد سعید مجدِّدی دہلوی مہاجر مدنی (ولادت ۱۲۱۷ھ ۔ وصال ۱۲۷۷ھ) حضرت علاَّمہ فضلِ حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ۔ وصال ۱۲۷۸ھ /۱۸۶۱ء) حضرت علاَّمہ عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) حضرت علاَّمہ فضلِ رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ ۔ وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی مارَہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ ۔ وصال ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹) وغیرھُم۔ رِضوانُ اللّٰہِ تَعالی علیھِم اَجمعین۔

اور چودہویں صدی ہجری جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں، تنظیموں اور جماعتوں نے جَنم لے کر صدیوں کے متوارِث عقائد ونظریات کو تہ وبالا کرنا شروع کیا اور عظمتِ توحید وناموسِ رسالت پر حملے کیے جانے لگے تو مندرجہ ذَیل عُلماے حق اور مجاہدینِ صف شکن، سینہ سپر ہو کر ان کے مَدِّ مُقابل صف آرا ہو گئے۔ اور آج بھی سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا قافلۂ حیات وکاروانِ فکر وخیال اپنے انھیں اَسلافِ کرام کی روحانی قیادت ورہنمائی میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے:

حضرت مولانا عبد الحئی فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ۔ وصال ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء) حضرت مفتی ارشاد حسین مجدّدی رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ۔ وصال ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء) حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وصال ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء) حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) حضرت مولانا عبد القادر عثمانی قادری بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ۔ وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) حضرت مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثُمَّ جون پوری (وصال ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (ولادت ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء ۔ وصال ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ وصال ۲۵/ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) حضرت شاہ ابو الخیر مجدّدی دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ وصال ۔ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء) حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ۔ وصال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) حضرت شاہ مہر علی گولڑوی (ولادت ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۶ء۔ وصال ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۶ء) وغیرھُم۔ رِضوانُ اللّٰہِ تعالٰی علیہِم اَجمعین ۔

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

(سورۂ مجادلۃ ۔ آیت ۲۲) یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔"

سَوَادِ اَعظم

سُنّی اور شیعہ کی قدیم اِصطلاح اور اس کی تعریف سے دنیا کے سارے مسلمان واقف ہیں۔عہدِ رسالت کے بعد مسلمانوں میں جو معمولی اختلافات پیدا ہوئے وہ آغازِ اَمر میں اِخلاص و لِلّٰہیت پر مبنی تھے اور نفسانیت کا ان میں دور دور تک کوئی شائبہ نہیں تھا۔اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ خُلفاے راشدین رِضوانُ اللّٰہِ علیھِم اَجمعِین کے عہدِ خلافت کے بعد مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف کی سب سے تکلیف دِہ اور سنگین نوعیت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ان کا شیرازۂ مِلّی ،سنّی اور شیعہ کے خانوں میں تقسیم ہو کر بکھرنے لگا اور بعد کے اَدوار میں اس کے بڑے ہی افسوسناک مَظاہر و مَناظِر اور خوفناک نتائج وعواقِب سامنے آئے۔

تاریخِ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے جب دارِفانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا تو انتخابِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم)اور ''وَاَمرُھُم شُورَیٰ بَینَھُم'' کے فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق ،حضرت عمر فاروق ،حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مُرتضیٰ رِضوانُ اللّٰہِ علیھِم اَجمعِین کو یکے بعد دیگرے خلافت کے لئے منتخب کیا گیا اور انہوں نے کتاب وسُنّت کی بنیاد پر اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کو محسوس اور عَملی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر کے نظامِ خلافت کا ایسا نمونہ پیش کیا اور ایسی مثال قائم کی کہ اسے ''خلافتِ راشدہ'' کے نام سے یاد رکھنے پر تاریخ آج بھی مجبور ہے۔

صفحاتِ تاریخ پر ہمیں ایک ایسا طبقۂ مسلمین ابتدا ہی سے نظر آتا ہے جو افضلیتِ حضرت علیِ مُرتضیٰ اور پھر محبتِ اہلِ بیت اَطہار رِضوانُ اللّٰہِ علیھِم اَجمعِین کا دعویٰ کر کے اَحکام ومسائلِ دینیہ میں اتنا اختلاف کرنے لگا کہ شیعہ کے نام سے اس نے ایک مستقل فرقے کی شکل اختیار کر لی۔یہی حال خَوارِج کا بھی ہے اور اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ

ساتھ مسلمانوں کی اُس جماعت سے یہ خوارِج وشیعہ دور ہوتے چلے گئے جو سَوادِ اعظم ہے۔ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے فرمان کی روشنی میں جس کی رفاقت وموافقت و اِتباع لازم اور ضروری ہے۔

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم۔فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (حدیثِ نبوی)

سَوادِ اعظم (بڑی جماعت، جمہورِ امّت) کی پیروی کرو کیوں کہ جو اس سے الگ ہُوا وہ جہنم میں گیا۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت اور خوارِج وشیعہ کے درمیان مذہبی وسیاسی تصادم کی طویل اور تکلیف دِہ داستان کا اِعادہ ہمارا مقصود نہیں۔ عہدِ اموی وعہدِ عباسی اور اس کے بعد کی تاریخ کا ایک سرسری مطالعہ ایسے بے شمار اَمثال وشواہد پیش کردے گا جن سے دونوں باطِل فرقوں کے رُجحان وخیال وفکر ومزاج اور عہد بہ عہد کی تبدیلیوں کا بخوبی علم ہوجائے گا۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) سے الگ ہٹ کر ماضی قریب کے ایک نوزائیدہ فرقۂ وھابیہ کا ایک نہایت اِجمالی تعارف حاضرِ خدمت ہے جس کا سرشتہ ماضی بعید اور اسلاف واکابرِ سَوادِ اعظم کے مذہب ومسلک سے کسی طرح نہیں ملتا۔

تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں صحرائے نجد سے ایک ایسی منظّم اور طاقتور مذہبی تحریک نے جنم لیا جسے برطانوی اِستعمار کی سرپرستی وپشت پناہی حاصل تھی۔ اس تحریک نے اپنے بڑھتے ہوئے اَثر ونفوذ کے ذریعہ مُتحارِب قبائِل نجد کو مجتمع کرکے ایک زبردست مذہبی وسیاسی وعسکری طاقت وقوت پیدا کرلی اور حجازِ مقدس کی طرف اس کے قدم بڑھنے لگے۔

آلِ شیخ (خاندانِ محمد بن عبدالوہاب نجدی) اور آلِ سعود (خاندانِ محمد بن سعود نجدی) کی سازشوں اور متحدہ کوششوں سے ۱۹۲۵ء میں حرمین طیبین پر اس کا غاصبانہ قبضہ ہوگیا اور بزورِ شمشیر اس نے اپنے مخصوص مذہبی اَفکار وخیالات کو نظامِ حکومت میں داخل کرکے سرزمینِ حجاز اور پھر عالَمِ اسلام کے لئے ایک قیامت آشوب مشکل پیدا کردی۔

اس تحریک کی بنیاد شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء بمقام عُیُیْنَیہ، علاقۂ نجد۔ وفات ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء بمقام دِرْعِیَّہ، علاقۂ نجد) نے رکھی اور ''وہابی تحریک'' کے

نام سے اسے دنیا آج بھی جانتی پہچانتی ہے۔اس نئی صورت حال نے اہلِ سُنَّت اور سُنّی اصطلاح کو ایک نیا مفہوم دیا اور اب اسے بہت سے مواقع پر وہابی کے مقابلے میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔

مصر وشام، عراق وتُرکی، ہندوستان وافغانستان وغیرہ میں سوڈیڑھ سو سال پہلے جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مطالعہ سے اس بدلتے ہوئے اصطلاحی مفہوم کی اچھی طرح تصدیق وتائید ہو جاتی ہے۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کتاب وسُنَّت کی روشنی میں جب فقہِ اسلامی کی تدوین وترتیب کا کام مکمل ہو گیا تو خَوارِج وشیعہ کو چھوڑ کر سارے عالمِ اسلام نے تیسری صدی ہجری کے اندر ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ انتشار واختلاف سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ فقہی مَسالکِ اَربعہ یعنی حنفیت، مالکیت، شافعیت، حنبلیت میں سے کسی ایک کی فقہی کی تقلید کی جائے۔ چنانچہ اس پر صدیوں تک عمل ہوتا رہا اور سُنّی اسے ہی کہا اور سمجھا جاتا رہا جو اِن چاروں مذاہبِ فقہ میں سے کسی ایک کی پَیروی کرے۔اسی فکر وعمل پر ساری مِلَّتِ اسلامیہ کا اِجماع ہو گیا۔

لیکن عالَمِ اسلام کی بدنصیبی سے وادیِ نجد میں وہ شخص (شیخ نجدی) پیدا ہوا جس نے سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وہ جماعت کے خلاف اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ ایک نیا محاذ کھولا اور صدیوں کے مسلّمات کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا۔

وہ اسلام کی ایسی تعبیر وتشریح کرنے لگا جو بالکل اجنبی اور نامانوس تھی۔ جس نے عُلمائے اسلام کی ہزار مُزاحمتوں کے باوجود مسلمانوں کے گھر گھر میں اختلاف وانتشار کا بیج بو دیا اور جزیرۃُ العرب میں قتل وغارت گری کا ایسا بازار گرم کیا کہ اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظُ۔

حضرت علّامہ شیخ احمد صاوی رَحمۃُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَلیہ نے ایک آیتِ کریمہ کی تفسیر میں وہابیہ کو خَوارِج میں شمار کیا ہے اور تفسیرِ جلالین کے حاشیہ پر ان کے نیست ونابود ہونے کی دُعا فرمائی ہے۔(ص ۳۰۸، حاشیۂ صاوی۔ مطبوعہ بیروت، لبنان)

اسی طرح حضرت علاّمہ ابن عابدین شامی رَحمۃُ اللّٰہِ عَلیہِ اِن کے خُروج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''ان کا عقیدہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ ان کے عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں وہ پکے مُشرِک ہیں۔

اسی سبب سے انھوں نے اہلِ سُنَّت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور انھیں اور ان کے عُلما کے قتل کو جائز سمجھا۔'' (ترجمہ ص ۳۰۹۔ **بابُ البُغاۃ۔ کتابُ الایمان** ۔جلدِ سوم، **رَدُّ المُحتَار عَلیٰ الدُّرِّ المُختَار** ۔مطبوعہ استنبول۔ تُرکی)

واضح رہے کہ مذکورہ دونوں عُلمائے کرام کی مذکورہ کتابیں سارے عالَمِ اسلام میں مشہور ومعروف ہیں اور خود ہندوستان کے عُلمائے دیوبند وندوہ بھی انہیں مقبول و مستند سمجھتے ہیں۔

قاضی شوکانی یمنی نے وہابیوں کی مخصوص ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وہابیوں کا خیال ہے کہ جو مسلمان، فرماں رَوائے نجد کے زیرِ تصرُّف اور اس کا تابعِ فرمان نہ ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔''

(صفحہ ۵۔ **اَلبَدرُ الطَّالِع** ۔جلدِ دوم۔ مؤلّفہ نواب صدیق حَسَن بھوپالی۔ مطبوعہ بمبئی)

زَن، زَر، زَمین کے مشہور رِوز گار فارمولے پر وہابیت وسعودیت کا جو تاریخی معاہدہ ہوا ہے اس کے بارے میں غیر مقلِّدینِ ہند کے مُعتمد پیشوا اور مشہور عالم ومؤرخ نواب صدیق حَسَن بھوپالی لکھتے ہیں:

(ترجمہ از عربی) جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے وہابی مشن ظاہر کیا اور قرامطہ (ایک غالی شیعی فرقہ) اس سے دور ہو گئے تو اس نے (محمد) ابن سعود کے دامن میں پناہ لی۔ ابن سعود نے (محمد بن) عبدالوہاب کے اس مشن کی تصدیق کی اور اس کی تائید وحمایت پر کمر بستہ ہو گیا۔

(محمد) ابن سعود کو محمد بن عبدالوہاب نے یہ طمع وفریب دیا کہ وہ اسے بلادِ نجد کا حکمراں بنادے گا۔ یہ واقعہ ۱۷۶۰ء کا ہے اور (محمد) ابن سعود کی شادی ابن عبدالوہاب کی لڑکی سے ہوئی۔'' (ص ۳۰۰۔ **اَلتَّاجُ المُکَلَّلُ** ۔مؤلّفہ نواب صدیق حَسَن بھوپالی۔ مطبوعہ بمبئی)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اِن حرکتوں سے خود اس کے اساتذۂ کرام اور اہلِ

خاندان بھی نالاں اور پریشان تھے اور صاف صاف اس سے کہہ دیتے تھے کہ:

تمہارے اندر بدعت وگمراہی کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔''

حضرت شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے اس گمراہ بھائی کے خلاف ایک مستقل کتاب بھی لکھی جس کا نام ہے:اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰھِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلٰی الْوَھابِیة ۔ یہ کتاب ۱۱٦۷ھ میں لکھی گئی جس کی نقلیں لوگوں تک پہنچتی رہیں اور ۱۲۰٦ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں اس کی پہلی مرتبہ طباعت واشاعت ہوئی۔

حَرمین شریفین کے جیّد عالم وقاضی حضرت شیخ احمد زینی دحلان شافعی مکی (متوفی محرمُ الحرام ۱۳۰۴ھ، مدینہ منورہ) تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) ''محمد بن عبدالوہاب کی اصل بنی تمیم سے ہے۔ابتداءً وہ مدینہ منورہ میں طالبِ علم تھا اور مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں اس کی برابر آمد ورفت رہتی تھی۔

بہت سے عُلماے مدینہ مثلاً شیخ محمد بن سلیمان الکُردی الشافعی وشیخ محمد حیاۃ السِّندی الحنفی وغیرھُمَا سے اس نے تحصیلِ علم کیا۔یہ دونوں حضرات، شیخ نجدی کے اندر بددینی وگمراہی کی بُومحسوس کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ: یہ لڑکا جلد ہی گمراہ ہوگا اور اس کے ذریعہ اللہ تعالی دوسرے بدنصیبوں کو بھی گمراہ کرے گا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کی فراست صحیح نکلی۔

شیخ نجدی کے والد شیخ عبدالوہاب عُلماے صالحین میں سے تھے۔ وہ اس کے اندر بددینی وگمراہی کی بُومحسوس کر کے اسے بُرا بھَلا کہتے تھے اور لوگوں کو اس سے ڈراتے اور دور رکھتے تھے۔

اسی طرح اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب بھی اس کی بدعتوں، گمراہیوں اور بدعقیدگیوں کا شِدَّت سے رَد کرتے تھے اور اس کی تردید میں ایک پوری کتاب (اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰھِیة فِی الرَّدِّ علٰی الوَھَابِیة) بھی لکھی۔'' (عربی سے ترجمہ از۔ اَلدُّرَرُ السَّنِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلیٰ الْوَھابِیة ۔مؤلّفہ شیخ احمد زینی دحلان شافعی مکّی ۔اردو ترجمہ ص ۷۷ ۔مسائلِ توسل وزیارت۔ مطبوعہ دہلی)

مشہور دیوبندی محدث مولانا انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی تحقیق یہ ہے: ''محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک بے وقوف اور کم علم شخص تھا۔ مسلمانوں کو کافر کہنے میں وہ بڑی جلد بازی کیا کرتا تھا۔'' (ترجمہ ص ۱۷۰۔ جلدِاول۔ فیض الباری۔ مطبوعہ دیوبند)

مولانا حسین احمد مدنی (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۸۵۷ء) شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنی تحقیق و تفتیش اور اہلِ حَرمین سے تفصیلی گفتگو کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی، ابتداءِ تیرہویں صدی ہجری میں نجد سے ظاہر ہوا اور چوں کہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسِدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلِ سُنَّت وجماعت سے قتل وقتال کیا۔ ان کو بِالجبر اپنے خیالات کی دعوت دیتا رہا۔ ان کے اَموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کو باعثِ ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔

اہلِ حَرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکالیفِ شاقَّہ پہنچائیں۔ سَلفِ صالحین اوران کے اَتباع (مُتَّبِعین) کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔

بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیفِ شدیدہ کے مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اوراس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔''

اَلحاصِل! وہ ایک ظالم وباغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس سے اوراس کے اَتباع (مُتبعین) سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اوراس قدر ہے کہ: اتنا قومِ یہود سے ہے، نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔''

(ص ۴۲۔ اَلشَّھَابُ الثَّاقِب۔ مطبوعہ دیوبند۔ مؤلَّفہ مولانا حسین احمد مدنی)

شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ:

جُملہ اہلِ عالم وتمام مسلمانانِ دیار، کافر ومُشرک ہیں۔ اوران سے قتل وقتال کرنا، ان کے اَموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔''

(ص ۴۳۔ اَلشَّھَابُ الثَّاقِب۔ مطبوعہ دیوبند۔ مؤلَّفہ مولانا حسین احمد مدنی)

''نجدی اوراس کے اَتباع (مُتَّبِعین) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیا عَلَیھِمُ السَّلام

کی حیات، فقط اسی زمانے تک ہے جب تک وہ اس دنیا میں تھے۔

بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین، موت میں برابر ہیں.........

(ص ۴۵۔ اَلشَّهَابُ الثَّاقِب۔ مطبوعہ دیوبند۔ مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی).

''زیارتِ رسولِ مقبول، حضوریِ آستانہ شریفہ وملاحظۂ روضۂ مطہّرہ کو یہ طائفہ بدعت وحرام وغیرہ لکھتا ہے۔ اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور ممنوع جانتا ہے۔ لَاتَشُدُّوا لرِّحالَ اِلَّا اِلیٰ ثلثۃِ مساجد، ان کا مستدل ہے۔

''شانِ نبوت وحضرتِ رسالت علیٰ صاحِبِهَا الصَّلوٰۃُ والسَّلام میں وھابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مُماثِل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں۔ اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ اور اپنی شقاوتِ قلبی وضعفِ اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالَم کو ہدایت کرکے راہ پر لارہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ علیہِ السَّلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں ہے اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات سے بعدِ وفات ہے۔ اور اسی وجہ سے توسُّل، دُعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعدِ وفات ناجائز کہتے ہیں۔

ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذَاللّٰه معاذَ اللّٰه، نقل کفر، کفر نہ باشد۔ کہ:

ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہِ السَّلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کرسکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم سے تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔

(ص ۴۷۔ اَلشَّهَابُ الثَّاقِب۔ مطبوعہ دیوبند۔ مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی)

''وھابیہ، اَشغالِ باطنیہ واَعمالِ صوفیہ، مُراقبہ، ذِکر وفکر واِرادت، مشیخت ورُبط القلبِ بِالشیخ وفنا وبقا وخلوت وغیرہ کو فضول ولَغو وبدعت وضلالت شمار کرتے ہیں۔ اور ان اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں۔ اور ان سَلاسِل میں داخل ہونا بھی مکروہ ومستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے دیارِ نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اِختلاط کیا ہوگا، ان کو بخوبی علم ہوگا۔ فیوضِ روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہیں۔ ومثل ھذا۔

(ص ۵۹۔ اَلشَّهَابُ الثَّاقِب)

’’وھابیہ کسی امام کی تقلید کو شِرک فِی الرِّسالَة جانتے ہیں۔اورائمۂ اربعہ کے مقلِّدین کی شان میں وھابیہ الفاظِ خبیثہ استعمال کرتے ہیں۔اوراس کی وجہ سے وہ گروہ اہلِ سُنَّت وجماعت کے مخالف ہوگئے۔چنانچہ غیر مقلِّدینِ ہنداسی طائفۂ شنیعہ کے پَیرو ہیں۔

وھابیۂ نجد،اگرچہ بوقتِ اظہار،دعویٰ حنبلی ہونے کا کرتے ہیں۔لیکن عمل درآمدان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمةُ اللّٰہ عَلَیہِ کے عمل پر نہیں۔بلکہ وہ بھی اپنے وہم کے مطابق جس حدیث کو مخالفِ فقہِ حنابلہ خیال کرتے ہیں،اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ان کا بھی مثل غیر مقلِّدین کے،اکابرِ اُمَّت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔(ص۶۲ وص۶۳۔اَلشَّھَابُ الثَّاقِب)

’’یہ جُملہ عقائدان لوگوں پر بخوبی ظاہر باہر ہیں جنھوں نے دیارِ نجد کا سفر کیا ہو۔یا حَرمین شریفین میں رہ کران لوگوں سے ملاقات کی ہو۔یا کسی طرح ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو۔

یہ لوگ جب مسجد نبوی شریف میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں۔اورروضۂ مبارکہ پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام ودعاوغیرہ پڑھنا بدعت ومکروہ شمار کرتے ہیں۔

اُنھیں اَفعالِ خبیثہ واَقوالِ واھِیہ کی وجہ سے اہلِ عرب کوان سے نفرت بے شمار ہے۔‘‘

(ص۶۶۔اَلشَّھَابُ الثَّاقِب۔مطبوعہ دیوبند۔مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی)

صرف اَلشَّھَابُ الثَّاقِب میں نہیں بلکہ خودنوشت سوانح ’’نقشِ حیات‘‘ مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی۔مطبوعہ مکتبہ دینیہ۔دیوبند،۱۹۹۹ء میں بھی مولانا مدنی نے فرقۂ نجدیہ وھابیہ سے متعلق اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔

چنانچہ اپنی جماعت کے خلاف اِلزامِ وھابیت کی صفائی دیتے ہوئے اوراسے جھوٹ قرار دیتے ہوئے مولانا حُسین احمد مدنی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء کی خودنوشت سوانح بنام ’’نقشِ حیات‘‘ کے اندراپنی سابق کتاب اَلشَّھَابُ الثَّاقِب۔مطبوعہ دیوبند۔اور’’اَلمُھَنّد عَلیٰ الــمُــفــنَّــد‘‘ مؤلّفہ مولانا خلیل احمدانبیٹھوی سہارن پوری۔مطبع قاسمی دیوبند۱۹۲۶ء کے

مشتملات کا اِعادہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''بہر حال! اکابر علُماے دیو بند کو بھی اسی وراثتِ نبوی میں سے عظیم الشان حِصہ ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ مل کر رہا۔ اور ایسا کھُلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اوّ لاً:۔ ان کو اس رسالہ میں وھابی ظاہر کیا گیا۔

حالاں کہ محمد بن عبدالوھاب اور اس کے فرقے سے ان حضرات کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

وہ عقائد جو طائفہ ٔ وھابیہ کے مشہور اور مَابِہٖ الامتیاز (بَینَ اَھلِ السُّنَّۃِ و بَینَھُم) ہیں، ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔''

وہ وفاتِ ظاہری کے بعد انبیا عَلَیھِم ُالسَّلام کی حیاتِ جسمانی اور بقائے علاقہ بَینَ الرُّوحِ والجِسم کے مُنکِر ہیں۔

اور یہ حضرات اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مُثبِت بھی ہیں۔ اور بڑے زور شور سے اس (اِثباتِ حیات النبی) پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔

رسالہ ''آبِ حیات'' نہایت مبسوط رسالہ، خاص اسی مسئلہ (اِثباتِ حیات النبی) کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ''ھدیۃُ الشیعۃ'' ''اَجوِبہ ٔ اَربعین، حصہ دوم اور دیگر رسائلِ مطبوعہ، مصنَّفہ حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتوی قدس اللّٰہ سرہ العزیز اس مضمون (اِثباتِ حیات النبی) سے بھرے ہوئے ہیں۔

وھابیہ، جنابِ رسول اللہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں ۔اور کہتے ہیں کہ: فقط مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا چاہیے۔ وہاں پہنچنے کے بعد زیارت بھی کر لی جائے۔

ہمارے اکابر، زیارتِ مطہَّرہ کے لئے سفر کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ اَفضَلُ المُستَحبَّات اور قریب واجب قرار دیتے ہیں۔ بلکہ محض زیارت کے لئے سفر کرنا جس میں اور کوئی قُربت، منوی اور ملحوظ نہ ہو، افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ رسالہ ''زبدۃُ المناسک'' مصنّفہ حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز، بابُ زیارۃِ المدینۃ، اس پر شاہدِ عدل ہے۔

وھابیہ، تَوسُّل بِالانبیاءِ والاولیاءِ علیھِمُ الصَّلوٰۃُ والسَّلام کو بعد الوفاۃ ممنوع اور حرام قرار دیتے ہیں۔

یہ حضرات اس کو نہ صرف جائز بلکہ ''اَرْجٰی لِلْاِجَابَۃِ'' اور مفید تر قرار دیتے ہیں۔ جو کہ حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت حاجی اِمدادُ اللہ صاحب قدس اللہ اسرارھم کے متعدد تصانیف میں شائع ہو چکی ہیں۔

وھابیہ، بارگاہِ نبوت میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ حضرات بارگاہِ نبوت (علیٰ صاحِبِھَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام) میں اس قدر اِظہارِ عقیدت فرماتے ہیں کہ ظاہر بیں اس کو غُلُو اور تجاوُز عَنِ الحَد شمار کرنے لگتا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز اپنی مشہور اور مقبول تصنیف ''زبدۃُ المناسک'' کے آخری حصے میں زیارتِ مدینہ منورہ (عَلٰی صاحِبِھَا الصَّلوٰۃ والسَّلام) کا تذکرہ کرتے ہوئے حاضریِ مدینہ منورہ، داخلہ مسجد نبوی (عَلٰی صاحِبِھَا الصَّلوٰۃ) زیارتِ قبرِ مطہّر، سلام پیش کرنے کے آداب، شفاعت اور توسُّل کی دعائیں، اور مسجد شریف اور مدینہ طیبہ کے متبرک مقامات سے فیض حاصل کرنے کے لئے جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں، وہ اظہارِ عقیدت کے لئے وَاشگاف حقیقت اور عظمت واِحترام کا بیّن ثبوت ہیں جس سے حضرت کا قلب معمور تھا۔

حُجۃُ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی شانِ مبارک میں وہ بلند پایہ مضامین ارشاد فرماتے ہیں جن کے حریمِ معلّٰی تک جلیلُ القدر عُلماے اُمّت کا طائرِ فکر بھی پرواز نہیں کر سکا تھا۔

رسالہ ''آبِ حیات'' ''قبلہ نُما'' ''تحذیرُ النّاس'' ''ھدیۃُ الشیعۃ'' ''اَجوِبہ اربعین'' ''قاسمُ العلوم'' ''مناظرۂ عجیبہ'' وغیرہ ایسے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان مطبوعہ تصانیف کو ملاحظہ فرما کر ہمارے بیان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۱۴۳ تا ص ۱۴۵۔ ''نقشِ حیات'' حصہ اول ۔مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی ۔(تحریر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء) مطبوعہ مکتبہ دینیہ، دیو بند ضلع سہارن پور یو پی۔انڈیا۔۱۹۹۹ء)

''وھابیہ، تصوف اور بیعتِ طریقت اوراس کے جملہ اَشغال ،ذِکر ومُراقبہ وتوجُّہ وحلقہ ہائے ذِکر وغیرہ کے سخت مُنکِر ہیں۔

اور یہ حضرات، سب کے سب، ان کے پابند ہیں۔

وھابیہ کے اکثر لوگ تقلیدِ شخصی کے مخالف ہیں۔ اور جولوگ قائل بھی ہیں، نہایت ڈھیلے ہیں ۔مگر یہ حضرات ،سب کے سب تقلیدِ شخصی کو واجب اوراس کے تارِک کو گنہگار فرماتے ہیں۔

سراجُ الاُمَّۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃُ اللّٰہِ علیہِ کے تمام جُزئیات وکُلّیات میں مقلِّد ہیں۔اور نہایت مضبوطی اور سختی کے ساتھ ان کا اِتباع کرتے ہیں۔

وھابیہ، ائمہ ٔ طریقت، حضرت جُنید بغدادی، سَرِیّ سقطی ،ابراہیم بن اَدھم، شبلی ،عبد الواحد بن زید، خواجہ بہاء الدین نقشبند، خواجہ مُعین الدین چشتی ،غوثُ الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ بہاءالدین سہروردی، شیخ اکبر بن عربی، شیخ عبدالوھاب شَعرانی وغیرہ، قَدَّسَ اللّٰہ ُاَسرَارَھُم اَجمَعِین کی شان میں سخت گستاخی اور بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں۔

اور یہ حضرات ،ان کی محبت اور تعظیم اور توسُّل کو بہت مُفید اور ضروری اور باعثِ برکات اور موجبِ رضائے خداوندی سمجھتے ہیں۔

اَلْغَرَض !وھابیہ کے عقائد وخیالات اور اُن کے اَعمال سے ان بزرگواروں کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے اور نہ تھا۔

وھابی، مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات میں مُشرک اور کافر قرار دیتے ہیں۔اوران کے مال اور خون کو مباح جانتے ہیں اور جانتے تھے۔''

(ص۱۴۶ اور ۱۴۷۔ نقشِ حیات، حصہ اول ۔مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی۔مکتبہ دینیہ، دیو بند۔۱۹۹۹ء)

''خلاصہ یہ کہ ان حضرات کی طرف تہمتِ وھابیہ ایسی ہی تھی اور ہے جیسے کہ زنگی کو کافور، اور دن کو رات کہنا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۱۴۷۔نقشِ حیات، حصہ اول، مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی (تحریر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء)۔مکتبہ دینیہ، دیو بند۔۱۹۹۹ء)

بلکہ اسی موضوع سے متعلق مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری کی کتاب ''اَلْمُھَنَّد عَلٰی الْمُفَنَّد''، مطبع قاسمی دیو بند ۱۹۲۶ء کی تحریری تصدیق کرتے ہوئے سارے اکابر عُلمائے دیو بند نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں جو تحریری بیان دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متّبِعین خارجی ہیں اور ان کا حکم باغیوں کا ہے۔'' اور یہ صفائی انہوں نے اس وقت تحریری طور پر عربی زبان میں پیش کی جب ہندوستان میں اور اس سے باہر بھی ان کے وھابی ہونے کا چرچہ ہونے لگا۔

اس بیان پر دستخط کرنے والے عُلمائے دیو بند میں سے چند نام یہ ہیں:

(شیخ الہند) مولانا محمود حَسَنؒ صدرُ المدرسین دارالعلوم دیو بند۔ مفتی عزیز الرحمٰن دیو بندی۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا عبدالرحیم رائے پوری۔ مولانا حبیب الرحمٰن دیو بندی۔ مولانا محمد احمد (فرزندِ مولانا محمد قاسم نانوتوی) مہتمم دارُالعلوم دیو بند۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ مولانا مسعود احمد (فرزندِ مولانا رشید احمد گنگوہی) وغیرھُم۔

اَلْمُھَنَّد عَلٰی الْمُفَنَّد مولّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری، عربی مع اردو ترجمہ کی طباعت واشاعت ۱۹۲۶ء میں ہی ہو چکی ہے۔ ذیل میں اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ اکابر عُلمائے دیو بند کی مصدَّقہ ہے۔

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری نے شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے بارے میں ایک سوال کا عربی میں جواب دیتے ہوئے اردو میں بھی اس کا ترجمہ اِس طرح تحریر کیا ہے: ''ہمارے نزدیک ان (شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی) کا وہی حکم ہے جو صاحبِ دُرِّ مختار نے فرمایا ہے۔ وہ خَوارِج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنھوں نے امام پر چڑھائی کی تھی ،تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مُرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے ۔اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں کہ: ان کا حکم باغیوں کا ہے۔"

(ص ۱۹۔اَلْمُھَنَّد عَلٰی الْمُفَنَّد۔مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری۔مطبع قاسمی دیوبند ۱۹۲۶ء)

۱۹۲۶ء میں اَلْمُھَنَّد عَلٰی الْمُفَنَّد (مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری ومُصدَّقہ اکابر عُلمائے دیوبند) مطبع قاسمی دیوبند سے چھپ چکی ہے۔اس کے صفحہ انیس (۱۹) پر مذکورہ سارے عُلمائے دیوبند کی جانب سے وہابیوں کو خارجی اور باغی کہنے کا حکم موجود ہے۔اب اس کتاب کو ہندوستان و پاکستان کے دیوبندی ناشرین چھاپ نہیں رہے ہیں۔وجہ اس کی سِوا اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ "سعودی ریال" اور "کویتی دینار" کی درآمد خطرے میں پڑ جائے گی؟

اَلشَّھَابُ الثَّاقِب مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارُ العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ العلماء ہند اور اَلْمُھَنَّدَ عَلٰی الْمُفَنَّد مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری ومصدَّقہ اکابر عُلما ومفتیانِ دیوبند، اِن دونوں کتابوں کے اندر درجنوں عقائد و نظریات واحکام ومسائلِ فرقۂ وھابیہ کی تردید واِنکار واِبطال کے ساتھ عُلمائے دیوبند کا موقف ومَسلک اس طرح واضح وصریح الفاظ میں میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ سب:

"وھابی خیالات ونظریات ہیں جن سے عُلمائے دیوبند بَرِیُّ الذّمّہ ہیں۔
عُلمائے دیوبند، قدیم مذہب ومسلکِ اہلِ سُنَّت کے مکمل پابند ہیں اور فرقۂ وھابیہ سے ان کا دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔یہ فرقۂ وھابیہ، خارجی اور اہلِ سُنَّت کا باغی ہے۔"

(اَلشَّھَابُ الثَّاقِب اور اَلْمُھَنَّد عَلٰی الْمُفَنَّد کی تحریرات وتصدیقات کا خلاصہ)

لیکن سعودی عرب میں "پٹرول" کیا نکلا کہ اس کے سیلاب میں نہ صرف مذکورہ موقف ومسلک بہہ گئے بلکہ یہ دونوں کتابیں بھی گویا کسی پتھر کی طرح غرقِ آب ہوکر تہ نشیں ہوگئیں۔

ایک طرف مسلمانانِ ہند کے سامنے ان کتابوں کے ذریعہ صفائی بھی دے دی گئی اور دوسری طرف ریال کی برکتیں بھی دَہائیوں تک حاصل کی جاتی رہیں۔اس طرح ان عُلمائے دیوبند کی طرف سے۔"نہیں" بھی ہے اور "ہاں" بھی ہے۔گویا:

جنابِ شیخ کا نقشِ قدم، یوں بھی ہے اور یوں بھی

حصولِ فیض وبرکت اور نفع اندوزی کا بامُراد وکامیاب طریقہ اِس سے بہتر

اور کیا ہوسکتا ہے؟ گویا دونوں ہاتھوں میں لڈّو ہیں۔ اُس کامیاب عاشق کی طرح جو بامُراد ہوکر سرشاری کے عالَم میں پکار اُٹھتا ہے کہ:

دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
ہاتھ اپنے دونوں نکلے کام کے

مشہور غیر مقلّد عالم مولانا وحید الزماں فاروقی حیدر آبادی متوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء نے لکھا ہے: ''ہمارے بعض متأخّرین اَحباب نے بلا وجہ سختی کی ہے اور اسلام کے دائرے کو یہاں تک تنگ کر دیا ہے کہ مکروہ اور حرام چیزوں کو شرک قرار دیا ہے۔''

(ترجمہ ہدیۃُ المہدی مؤلّفہ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی۔ مطبوعہ میور پریس، دہلی)

اور پھر اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''میں نے جو کتاب میں ''بعض متأخّرین اَحباب'' کہا ہے، اس لفظ سے میری مراد شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔ کیوں کہ اس نے ہی ان امور کو شرک کہا ہے جیسا کہ اہلِ مکہ کے نام اس کے ایک مکتوب سے سمجھا جاتا ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃُ الایمان میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پَیروی کی ہے۔'' (ہدیۃ المہدی۔ مؤلّفہ مولانا وحید الزماں فاروقی حیدر آبادی۔ مطبوعہ میور پریس، دہلی)

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابُ التّوحید کے ذریعہ ہندوستان میں وہابیت بشکلِ تقویۃُ الایمان مولّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی کے داخلہ کی بات آپ نے مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کی تحریر میں پڑھی۔ اب مشہور دیوبندی عالم مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی کی زبانی اس کے بے پناہ نقصانات ومضرّات کی تصدیق بھی پڑھتے چلیں:

''افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانانِ ہند و پاک جن کی تعداد بیس (۲۰) کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔''

(ص ۱۰۷۔ انوارُ الباری۔ جلد ۱۱۔ مکتبہ ناشر العلوم، بجنور)

حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی بن شاہ رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی نے ''تقویۃُ الایمان'' کے خلاف ''مُعِیدُالایمان'' (غیر مطبوعہ) کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی۔ حضرت شاہ محمد موسیٰ دہلوی فرزندِ شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''حُجَّةُ العَمَل فِی اِبْطالِ الْجَھْل'' (غیر مطبوعہ) کے نام سے ایک کتاب تقویۃُ الایمان کے خلاف لکھی۔ امامُ الحکمۃ والکلام، قائدِ تحریکِ آزادی علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی نے تحقیقُ الفتویٰ فِی اِبْطالِ الطَّغویٰ (طبعِ اول ۱۳۹۹ھ۔ سرگودھا۔ پنجاب۔ پاکستان) کے نام سے اس کا زبردست علمی و تحقیقی جواب دیا۔

حضرت مولانا منوّر الدین دہلوی، حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی، حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجدِّدی دہلوی، حضرت مفتی صدرُالدین آزردہ دہلوی، حضرت مولانا رشید الدین خاں دہلوی، حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی، حضرت مولانا عبدالمجید قادری بدایونی حضرت علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی اور حضرت مولانا فضلِ رسول عثمانی قادری بدایونی وغیرھُم نے اپنے دَور میں بذریعہ تحریر و تقریر تقویۃ الایمان کے عقائد کا رَدِّ بلیغ کیا۔

بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) خَلَفُ الصِّدق استاذُ الھند بانیِ درسِ نظامی مُلاّ نظام الدین احمد سہالوی (وصال ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کا دریائے علم و فضل آپ کی زندگی کے آخری سالوں میں جنوبی ہند کی ریاستِ اَرکاٹ (مدراس) کے والا جاہی دارُالعلوم میں مَوجزن تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے شاگرد اور داماد مولانا علاءُ الدین فرنگی محلی (وصال ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء) بن مولانا انوارالحق بن مولانا احمد عبدالحق بن مُلاّ محمد سعید بن مُلاّ قطبُ الدین شہید سہالوی آپ کے جانشین ہوئے۔ اور مولانا علاء الدین فرنگی محلی کے صاحبزادے مولانا جمال الدین فرنگی محلی (وصال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) نواسۂ بحرالعلوم فرنگی محلی اپنے والد ماجد مولانا علاء الدین فرنگی محلی کی طرح اپنی زندگی کے آخری ایام تک اَرکاٹ، (مدراس) میں فرنگی محل کی دینی و علمی نمائندگی و جانشینی کی اور فرنگی محل کا نام زندہ اور روشن رکھا۔

مولانا جمال الدین فرنگی محلی، مذھبِ اہلِ سُنَّت کے نہ صرف ایک جلیلُ القدر عالم

تھے بلکہ باطل افکار وخیالات کے رَد واِنکار واِبطال میں بھی جنوبی ہند میں آپ کی نمایاں ترین خدمات ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب کے ایک فرنگی محلی عالم، مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ:

''ملکُ العُلما مُلّاَ علاء الدین احمد ہی مدراس میں آخری عمر تک مُقیم رہے۔ اور مُلّاَ بحرالعلوم (مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) کی جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان (مُلّاَ علاء الدین) کے انتقال کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے مُلّاَ جمال الدین احمد فرنگی محلی، مدراس میں آخری عمر تک قیام پذیر رہے اور رَدِّ وھابیت کے معرکۂ عظیم میں جو وہاں تقویۃُ الایمان مصنّفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کے سلسلے میں ہوا تھا، بہت پیش پیش رہے۔

مولوی میر محمد علی واعظ رام پوری نے سید احمد شہید بریلوی، مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی اور اس گروہ کے دیگر عُلما کے عقائد کی بہت ترویج کی بھی۔ جس نے مدراس میں دو گروہ پیدا کر دیے تھے۔ یہ قاضی بدرالدولہ کا زمانہ تھا۔ سخت نزاع پھیل گئی جس میں نوابِ اَرکاٹ اور انگریزوں کو دخل دینا پڑا۔

مُلّاَ جمال الدین احمد (نواسۂ بحرالعلوم) نے اس میں یہاں تک دل چسپی لی کہ میر محمد علی سے ''شفاعت'' پر مناظرہ کیا۔ اور ان کو مجبور کیا کہ وہ تقویۃُ الایمان کی قابلِ اعتراض عبارتوں سے اپنی براءت ظاہر کریں۔

میر (محمد علی واعظ رام پوری) صاحب نے مسجدِ والا جاہی میں بعد نمازِ جمعہ براءت نامہ تحریری پیش کیا جو حاضرین کو سنایا گیا۔ مگر اس مُجمل براءت نامہ سے مُلّاَ جمال الدین احمد فرنگی محلی اور ان کے ہم خیال مطمئن نہ ہوئے۔ دوسرا براءت نامہ میر صاحب نے پیش کیا۔ ایک طرف براءت دوسری طرف ایسی تقریر جن سے مولانا اسمٰعیل شہید وغیرہ کی تعریف وتوصیف نکلتی ہو، میر صاحب کرتے رہے۔ آخر کار مُلّاَ جمال الدین احمد اور ان کے ہم خیال عُلما نے میر محمد علی واعظ رام پوری کے کفر کا فتویٰ دے دیا اور انھیں واجبُ القتل قرار دے دیا۔

قتل کا اختیار نوابِ ارکاٹ کو نہ تھا اس لئے مُلّاَ جمال الدین احمد فرنگی محلی نے ایک اور اشتہار تیار کر کے مسجدِ والا جاہی میں سنایا اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ شہرِ مدراس کے چیف

مجسٹریٹ نے میر صاحب کو بحفاظت تمام بذریعۂ بحری جہاز، مدراس سے کلکتہ روانہ کردیا۔

مُلّا جمال الدین احمد فرنگی محلی نے اس کے بعد میر صاحب کے ایک ایک مُرید سے فرداً فرداً توبہ کرانا شروع کیا۔ اور اِصرار کیا کہ یہ لوگ مسجدِ والا جاہی میں عام لوگوں کے سامنے توبہ کریں۔

نواب محمد علی والا جاہی مرحوم (نوابِ ریاست اَرکاٹ) کی ایک بیوہ بھی میر صاحب کے مُریدوں میں تھیں، ان کو بھی مجبور کر کے توبہ کرائی گئی۔ مُلّا جمال الدین احمد فرنگی محلی کسی طرح ان کو مستثنیٰ کرنے پر راضی نہ ہوئے۔'' (ص ۱۲۱ و ۱۲۲۔ بانیِ درسِ نظامی استاذُ الھند مُلّا نظام الدین محمد۔ مؤلّفہ مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی۔ مطبوعہ مجلسِ صحافت ونشریات، ندوۃُ العلما لکھنؤ۔ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)

ماضی وحال کی یہ حقیقت قارئین کے سامنے رہنی چاہیے کہ لفظِ ''مُلّا'' آج اگرچہ ایک بے توقیر لفظ ہے لیکن ڈیڑھ دوصدی قبل یہ لفظ ''مُلّا'' اتنا با توقیر تھا کہ نہایت قابل اور جلیلُ القدر معقولی عُلما ہی کو ''مُلّا'' کہا جاتا تھا۔ جیسے مُلّا قطب الدین سہالوی، مُلّا نظام الدین فرنگی محلی لکھنوی بانیِ درسِ نظامی، مُلّا عبدالسلام لاہوری، مُلّا حمدُ اللہ سندیلوی، مُلّا حَسَن فرنگی محلی وغیرہ۔

وہابی افکار ونظریات پر مشتمل کتاب، تقویۃ الایمان میں لکھا گیا ہے کہ: ''ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

اور رسولِ کونَین، سلطانِ دارَین صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے بارے میں لکھا گیا کہ وہ: ''مَر کر مٹی میں مل گئے'' معاذَ اللّٰہ رَبِّ العٰلمِین۔

وہ ایمان سوز عبارت جس نے عقیدۂ ختم نبوت پر کاری ضرب لگائی اور جس نے مُتَّفقہ ومسلّمہ عقیدۂ ''اِمتناعِ کذبِ باری تعالیٰ'' و ''اِمتناعِ نظیرِ محمدی'' کے خلاف شوشہ بازی کر کے مسلمانانِ ہند کی مذہبی فکر اور متحدہ ہندوستان کی مذہبی فضا کو ہنگامہ خیزی بلکہ ہلاکت خیزی سے دوچار کیا، اس کا متن یہ ہے:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ وجبریل اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی برابر پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃُ الایمان۔ مصنّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی)

ان افکارِ باطِلہ وخیالاتِ فاسدہ کے منظرِ عام پر آتے ہی پورے ہندوستان میں ایک زبردست ہنگامہ کھڑا ہوگیا اور سارے عُلمائے ہند نے ان کی مخالفت کی جس کی ایک ہلکی سی تصویر کشی مولانا ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) نے بھی اس طرح کی ہے:

''مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا منوّرُالدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ''تقویۃُ الایمان'' اور ''**جلاءُ العینین**'' لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام عُلما میں ہل چل پڑ گئی۔

ان کے رَدّ میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منوّرالدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ (صحیح ۱۲۴۰ھ ہے۔ مصباحی) والا مشہور مباحثہ، جامع مسجد دہلی میں کیا۔ عُلماے ہند سے فتویٰ مرتَّب کرایا پھر حَرمین سے فتویٰ منگایا۔

ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ:

انھوں نے ابتدا میں مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفیق اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد مولانا عبدالحیٔ (بڈھانوی) کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورَد میں سرگرم ہوئے۔

اور جامع مسجد (دہلی) کا وہ شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحیٔ (بڈھانوی) تھے اور دوسری طرف مولانا منوّرُالدین اور تمام عُلماے دہلی۔'' (ص ٦۔ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ مرتَّبہ عبدالرزّاق ملیح آبادی ندوی۔ مطبوعہ لاہور)

اس سلسلے میں ایک تحریر اور ملاحظہ فرمائیں جس سے ہندوستانی وہابیت کا پورا شجرہ آئینہ کی طرح آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔

مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدِّدی دہلوی (متوفی ۱۹۹۳ء) خانقاہِ مرزا مظہر جانِ جاناں۔ چتلی قبر، دہلی۔ اپنی مشہور تصنیف ''مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان'' مطبوعہ ہند و پاک میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مجدِّد (الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ اہلِ سُنّت وجماعت۔ دوسرے شیعہ!

اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا مَیلان محمد بن عبدالوہاب کی طرف ہوا اَور شیخ نجدی کا رسالہ ''رَدُّ الْاِشْـــــرَاک'' ان کی نظر سے گذرا اَور انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزادی کا دَور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلِّد ہوا۔ کوئی وہابی بنا۔ کوئی اہلِ حدیث کہلایا۔ کسی نے اپنے آپ کو سَلفی کہا۔

ائمۂ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام، دل میں تھا وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت وخواند کے اَفراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (بے ادبی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ اُس وقت کے تمام جلیلُ القدر عُلما کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے باتفاق اس کتاب کو رَدّ کر دیا۔''

(ص ۸۔۹۔ مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان۔ مؤلّفہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدِّدی دہلوی۔ مطبوعہ دہلی ولاہور)

اور اسی نئی تحریک وجماعت کے ایک ممتاز فرد مولانا محمد جعفر تھانیسری (متوفی ۱۹۰۵ء) نے اپنی گرفتاری اور عبور دریائے شور (کالا پانی) کی سزا اور پھر اپنی رہائی کا حال ''تاریخِ عجیب'' (۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے۔ اس کتاب کی شہرت ''کالے پانی'' کے نام سے ہے۔

اس کے اندر مولانا محمد جعفر تھانیسری (متوفی ۱۹۰۵ء) کی تحریر اور مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدِّدی دہلوی کا اس پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

''میری موجودگیِ ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء) شاید پنجاب بھر میں دس (۱۰) بھی وہابی عقیدہ کے مسلمان موجود نہ تھے۔ اور اب (۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) میں مَیں دیکھتا ہوں کہ:

''کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ، وہابی معتقد محمد اسمٰعیل کے نہ ہوں۔''

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسمٰعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے جو مولانا اسمٰعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں۔''

(ص ۱۰۱۔ مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان۔ مؤلفہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدِّدی دہلوی۔ مطبوعہ دہلی و لاہور)

''نجدی وہابیت'' کا ''ہندی دیوبندیت'' پر جو بُرا اثر پڑا اس سے اہلِ علم بخوبی واقف ہیں اور پھر فکر و عمل کے جن تضادات کا شکار عُلمائے دیوبند و سہارنپور ہوئے اس کی حقیقت بھی اب طشت از بام ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضرت علاّمہ ارشد القادری (متوفی ۲۰۰۲ء) کی شہرۂ آفاق کتاب ''زلزلہ'' اس موضوع پر جن دستاویزی حقائق کے ساتھ منظرِ عام پر آئی اس نے دیوبندی اَفکار و تصوُّرات کی دنیا میں زبردست ہلچل مچا کر اسے ''زیر وزبر'' کر ڈالا۔ اور اس کے پیش کردہ حقائق و حوالہ جات اور پُرکشش اسلوبِ تحریر کا مطالعہ کرکے اور اس سے متأثر ہو کر فاضلِ دار العلوم دیوبند مولانا عامر عثمانی (متوفی ۱۹۷۵ء) مدیر ماہنامہ تجلّی، دیوبند بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:

''اگرچہ ہم حلقۂ دیوبند ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تأمُّل نہیں کہ: اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زَدہ رہ گئے کہ دِفاع کریں تو کیسے؟

دِفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علاّمۃُ الدَّہر بھی ان اعتراضات کا دِفاع نہیں کرسکتا جو اس کتاب کے مشتملات، بزرگانِ دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام رَوِش کے مطابق اندھے مقلِّد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کرسکتے تھے کہ اس کتاب کا ذِکر ہی نہ کریں۔ لیکن خدا بچائے اَشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے۔ ہم اپنا دیانتدارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں! اور حق یہی ہے کہ:

''متعدد عُلمائے دیوبند پر تضاد پسندی کا جو اِلزام اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے، وہ اٹل ہے۔''

یہ دیوبندیوں کے لٹریچر کی خاصی مشہور کتابیں ''اَرواحِ ثلٰثہ''، ''تذکرۃُ الرشید''، ''سوانحِ قاسمی''، ''اشرفُ السوانح''، ''الجمعیۃ کا ''شیخ الاسلام نمبر''، ''اَنفاسِ قدسیہ'' وغیرہ ہیں۔

ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہو، لیکن یہ ''زلزلہ'' ہی سے منکشف ہوا کہ:

ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی اَن کہنیاں محفوظ ہیں۔ اَستَغفِرُاللّٰہَ ثُمَّ اَستَغفِرُاللّٰہَ !

واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے پہنچایا ہوگا۔'' (ماہنامہ تجلی دیوبند۔شمارہ مئی ۱۹۷۳ء)

''مصنّف بار بار پوچھتے ہیں کہ عُلماے دیوبند کے اِس تضاد کا جواب کیا ہے؟

انصاف تو یہ ہے کہ:

اس سوال کا جواب مولانا منظور نعمانی یا مولانا محمد طیب صاحب کو دینا چاہیے۔ مگر وہ کبھی نہ دیں گے۔ کیوں کہ جو اعتراض ایک نا قابلِ تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہے اس کا جواب دیا بھی کیا دیا جاسکتا ہے؟'' (حوالۂ مذکورہ)

''ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے کہ:

یا تو ''تقویۃُ الایمان'' ''فتاویٰ رشیدیہ'' ''فتاویٰ اِمدادیہ'' ''بہشتی زیور'' اور ''حفظ الایمان'' جیسی کتابوں کو چورا ہے پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ:

''ان کے مندرجات قرآن وسُنَّت کے خلاف ہیں۔ اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ''اَروَاحِ ثلٰثہ'' ''سوانحِ قاسمی'' اور ''اشرفُ السَّوانح'' جیسی کتابوں سے معلوم کرنا چاہیے۔'

' یا پھر ان مؤخّرُ الذِّکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ:

''یہ محض قصّے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رَطب ویابس سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اَوَّلُ الذِّکر کتابوں میں مندرج ہیں۔''

(ماہنامہ تجلی دیوبند۔شمارہ مئی ۱۹۷۳ء)

ایک صدی پیشتر کا ہندوستان اپنی مذہبی ومسلکی آویزش میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے تحریر وتقریر کے ذریعہ دینی مناقشوں اور مذہبی مناظروں کا ایک عجیب ہنگامہ خیز دَور

دیکھا ہے جو اس افسوسناک نتیجہ پر اختتام پذیر ہوا کہ مِلّتِ اسلامیۂ ہند دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ محبوبِ کردگار صَلَّی اللّٰهُ عَلیهِ وَسَلَّم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں جرأت و بے باکی اور اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کی باگ ڈور عُلماے دیو بند و سہارن پور کے ہاتھوں میں آئی۔ اور تقدیسِ شانِ رسالت عَلٰی صَاحِبِہِ الصَّلوٰةُ والسَّلام کی تحریک کی قیادت دہلی و لاہور، فرنگی محل لکھنؤ، خیر آباد و مارہرہ، رام پور و بدایوں و بریلی کے عُلما و مشائخِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت نے کی۔

اپنے اکابر و اسلافِ کرام اور سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے عُلما و مشائخ کی نمائندگی کرتے ہوئے عُلماے بدایوں و بریلی اور مشائخِ مارہرہ و کچھوچھۂ مقدَّسہ نے اس مقدس تحریک میں تقریباً ایک صدی سے مسلسل و متواتر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سارے عُلماے سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے دلوں کی آواز بن کر ہندوستان کے مذہبی اُفق پر چھا گئے اور اُس زبان و قلم کو لگام دے دی جو بے احتیاطی و اِساءت اور گستاخانہ لب ولہجہ کی عادی و خوگر ہو رہی تھی اور جس کے دوش بدوش غیر مقلّدیت بھی پروان چڑھ رہی تھی۔

ہندوستان کی اس مخصوص مذہبی فضا میں سُنّی اِصطلاح کا مفہوم کچھ اور بدلا اور اسے دیو بندی و غیر مقلّد کے مقابلے میں استعمال کیا جانے لگا۔

آج کل یہی مخالفین جو تقویۃ الایمان اور کتابُ التوحید کی پیداوار ہیں، وہ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے خلاف بڑی ذہانت و منصوبہ بندی کے ساتھ عربی، انگریزی، اردو وغیرہ میں کتب و رسائل لکھ کر عالَمِ اسلام کے گوشے گوشے میں اس غلط فہمی کو رواج دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ:

ہندوستان میں ایک نئے فرقے کا ظہور ہوا ہے جس کا نام ''بریلویت'' ہے'' جو ''مَسلکِ اعلیٰ حضرت'' یا ''مسلکِ احمد رضا بریلوی'' کا پابند ہے اور صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔

اپنے تعصُّب و تنگ نظری کی وجہ سے عالَمِ عرب سے دور، مُستحبات و فروع میں اُلجھا ہوا اور فرائض و واجبات سے غافل ہے۔ سطحیت، جذباتیت، اشتعال انگیزی اور نعرہ بازی

اس کا طُرّہ ٔ امتیاز ہے۔عصرِ جدید کے تقاضوں سے ناواقف،تعمیری کاموں سے گریزاں اورجذبہ ٔ اتحادِ اُمّت سے اس کا دل خالی ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

یہ مخالفین اپنے لئے سُنّی اوراہلِ سُنّت کی اصطلاح کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے لگے ہیں تاکہ کم علم اوربھولے بھالے مسلمان ان کے دامِ فریب میں آکر انھیں ہی اصل سُنّی اوراہلِ سُنّت سمجھنے لگیں۔

ان کی خواہش وکوشش اورحکمتِ عملی یہ ہے کہ:

ہندوپاک کے اہلِ سُنّت کوعالمی سطح پرایک گمراہ فرقے کی حیثیت سے متعارف کرادیا جائے اور جمہور اُمّتِ مسلمہ بِالخصوص عالمِ عرب سے ان کا رشتہ کاٹ کرسب سے انھیں علیحدہ اورالگ تھلگ کردیا جائے۔

اہلِ سُنّت وعُلماے اہلِ سُنّت سے بعض وھابی اہلِ علم وقلم کے عِنادومخالفت کا یہ عالم ہے کہ کِذب واِفترا وبُہتان طرازی والزام تراشی کی ساری حدیں پھلانگ کربے بنیاد پروپگنڈہ کووہ اپنامحبوب مشغلہ اوروظیفہ ٔ حیات سمجھ بیٹھے ہیں۔

حقیقت کی تکذیب اورتاریخی صداقت کی تردید کرنے والی درج ذیل تحریرملاحظہ فرمائیں جس کی سطرسطرٹپکتا ہوالہواور ہرقطرہ ٔ خوں اپنے قاتل کی صرف نشان دِہی نہیں کررہا ہے بلکہ سازشی عناصراورشریکِ جُرم قاتلوں کے جُبّہ ودَستار کے ساتھ اپنی قاتل شخصیت اوراس کے آقایانِ نعمت کی حرکات وسکنات کے خلاف بھی واضح شہادت اورگواہی دے رہاہے۔

''قتلِ عَمد'' کی دستاویزی شہادت یہ ہے:

''مولانافضلِ رسول بدایونی کے بیٹے عبدالقادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی تعلیم آگرہ میں ابوالفضل اورفیضی کے قائم کردہ انھیں اداروں میں حاصل کی تھی۔

چنانچہ واحدیارخاں اپنی کتاب ''ارضِ آگرہ''میں آگرہ کی مشہورشخصیات کے بارے میں لکھتاہے:

''ابوالفضل اور فیضی اسی اُجڑے دیار کے باشندے تھے۔عبدالقادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیلِ علم کیا۔''

(ص ۳۵۹۔ بریلویت !طلسمِ فریب یا حقیقت؟ مولّفہ ڈاکٹر ابوعدنان سُہَیل۔مطبوعہ شیخُ الھند اکیڈمی۔دیوبند ضلع سہارن پور۔یوپی۔۱۹۹۹ء)

اس ''دستاویزی جہالت'' میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ:

مولانا فضلِ رسول بدایونی کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی نے ابوالفضل وفیضی کے قائم کردہ ادارۂ آگرہ میں تعلیم حاصل کی۔

اس ''تاریخ گری'' کا مقصود یہ ہے کہ:

مولانا عبدالقادر بدایونی نے ابوالفضل وفیضی کے قائم کردہ ادارے سے تعلیم حاصل کی ہے،لِھٰذا مولانا بدایونی بھی اس ادارے کے اثر سے گمراہ اور گمراہ گر ہو گئے تھے۔اَلْعِیاذُ بِاللّٰہ۔

اب ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر ابوعدنان سُہَیل کی ''تاریخ گری اور پروپگنڈے کا کمال'' ۔اس کے ساتھ ہی ''اصل تاریخ اور حقیقتِ حال'' جسے جان کر آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

حضرت مولانا فضلِ رسول عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کے فرزند وخَلَفُ الصِّدق تھے حضرت مولانا عبدالقادر عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) اور عہدِ اکبری کے مشہور عالم ومؤرخ تھے :مُلّاَ عبدالقادر بدایونی (متولد ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء۔متوفی ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) مؤلِّف ''مُنتخبُ التَّواریخ''۔

واحد یار خاں نے ''ارضِ تاج'' اور دیگر مؤرخین نے جس عبدالقادر بدایونی کا ذِکر کیا ہے وہ مُلّاَ عبدالقادر بدایونی (متوفی ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) مؤلِّف ''منتخب التواریخ'' ہیں۔جب کہ حضرت مولانا عبدالقادر عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) فرزندِ حضرت مولانا فضلِ رسول عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کا نہ اس عہد وعصر میں وجود تھا اور نہ ہی آپ نے آگرہ میں کبھی تعلیم حاصل کی۔

لیکن بُرا ہو عَصبیت وعَداوت کا کہ ڈاکٹر ابوعدنان سُہَیل کی قِلّتِ علم ومطالعہ وقُصورِفہم اور کوتاہ نظری، نہیں بلکہ تاریخ کی گردن مروڑنے کا ''دہشت گردانہ عمل'' اور ''سحرِ سامری جیسی نظر بندی کا ناقابلِ یقین نمونہ''۔ جس نے صدیوں کا فاصلہ سمیٹ کر رکھ دیا اور حق وصداقت کا خون کر کے عدل وانصاف کو شرمسار اور پانی پانی کر دیا۔

''تصوُّرِ شیخ'' کی توفیق ڈاکٹر ابوعدنان سُہیل کو کیا ملے گی کہ وہ اس کے اہل ہی نہیں۔ مگر ''تصوُّرِ اِفترا'' انھوں نے ضرور کیا ہے اور اپنے ''ظلمت کدۂ اِفترا'' سے وہ ''دور کی کوڑی'' لائے ہیں جس کے بارے میں اس کے علاوہ اور کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ:

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجھی

حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ اس ''رُسواکُن فرضی تلاشِ حق کی اہمیت'' کو دارُالعلوم دیوبند کی سند بھی حاصل ہے۔ چنانچہ مولانا مرغوب الرّحمٰن مہتممِ دارالعلوم دیوبند، مقدّمۂ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ:

یہ کسی مولوی کی تصنیف نہیں بلکہ ایک دانشور کی محنت ہے۔ جس نے تلاشِ حق میں کوہ کنی کی ہے۔'' (ص ۱۴۔ بریلویت !طلسمِ فریب یا حقیقت؟ مطبوعہ شیخُ الھند اکیڈمی، دیوبند ضلع سہارن پور۔ یوپی۔ ۱۹۹۹ء)

ایک کہاوت مشہور ہے کہ: ''کھودا پہاڑ نکلی چوہیا اور وہ بھی مَری ہوئی''

مگر اِس دانشورِ بے دانش کی کوہ کنی اور اس کی تلاش میں کوئی مَری ہوئی چوہیا بھی اس کے ہاتھ نہیں لگی۔ اور ناحق محنت کر کے اس نے اپنے سر پہ پہاڑی مَلبہ لاد کر کوچہ وبازار میں اپنے آپ کو رُسوا کیا۔

یہاں ایک اور کتاب اور اس کی رُسوائے زمانہ تحقیق کا ذِکر ضروری ہے جسے ایک لاہوری وہابی (غیر مقلِّد) احسان الٰہی ظہیر، فاضلِ مدینہ یونیورسٹی نے ''اَلْبَرَیلَوِیۃ'' کے نام سے تصنیف کیا ہے۔

اَلْبَرَیلَوِیۃ کے عربی ایڈیشن کے بعد اس کا انگریزی وار دو ایڈیشن بھی منظر عام پر آ چکا

ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔اس کتاب کے اندر یوں تو بے شمار اِلزامات واِتّہامات کا اَنبار ہے مگر ہم یہاں موقع کی مناسبت سے محض ایک شخصیت سے متعلق تین اِفتراءات کا ذِکر کررہے ہیں:(ا)احسان الٰہی ظہیر لاہوری (غیر مقلِّد) لکھتے ہیں کہ:

''جناب احمد رضا کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔''(ص۲۶۔ بریلویت۔ اَلْـمَـعْهَـدُ اْلاِسلامِی السَّلفِی۔رِچھا ضلع بریلی۔مطبوعہ۱۹۸۸ء)

اوراس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے عطاء الرحمٰن ثاقب، ادارہ ترجمانُ السنۃ لاہور اپنی مزید لایعنی تحقیق سپرد قلم فرماتے ہوئے اپنی رُوسیاہی میں اِس طرح اضافہ فرمارہے ہیں:

۵۔آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رَنگ سیاہ ہے۔''(ص۲۸۔ بریلویت)

اس کے جواب میں ہم اس کے علاوہ اور کیا عرض کرسکتے ہیں کہ:**لَعنۃُ اللّٰہِ عَلٰی الْکٰذِبین ۔**

چہ دِلاوُ رست دُزدے کہ بکف چراغ دارَد

احسان الٰہی ظہیر لاہوری (غیر مقلِّد) کے اس متعصّبانہ اورلَغو وبے بنیاد اِفترا کا حساب وکتاب یقیناً بارگاہِ خداوندی میں ہوگا۔اور چوں کہ وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں اس لئے ان کی بجائے ان کے ہم نَواؤں سے یہ عرض کرنا بَجا ہے کہ:

بصیرت کے ساتھ اگر ان کی بصارت بھی زائل نہیں ہوچکی ہے تو آج بھی بریلی جاکر حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی اولاد کا رَنگ دیکھ لیں تاکہ اپنے سفید جھوٹ کی قلعی خود بخود کھُلتی نظر آجائے۔

ایسے مُعانِدِین ومُخالِفین کی سہولت وآسانی کے لئے حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی اولاد کے چند نام بھی ہم یہاں درج کردیتے ہیں جن کی زیارت کرکے وہ اپنی آنکھیں روشن کرسکتے ہیں:

حضرت مولانا اختر رضا ازہری بن حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں بن حضرت مولانا حامد رضا بن حضرت مولانا احمد رضا بریلوی۔

حضرت مولانا مَنّان رضا بن حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں بن حضرت مولانا

حامد رضا بن حضرت مولانا احمد رضا بریلوی۔

حضرت مولانا سبحان رضا بن حضرت مولانا ریحان رضا رحمانی میاں بن حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی بن حضرت مولانا حامد رضا بن حضرت مولانا احمد رضا بریلوی وغیرھُم ۔

(۲) احسان الٰہی ظہیر لاہوری (غیر مقلِّد) نے حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے ایک ابتدائی استاد کے بارے میں اپنی یہ رُسوائے زمانہ تحقیق درج فرمائی ہے۔ ''یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔''

(ص۴۱۔ بریلویت)

اور اپنی ایسی ہی ''تحقیقاتِ کاذِبہ'' کے ذریعہ انہوں نے عالمِ اسلام کو گمراہ کرنے کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ چنانچہ موصوف ہی کی تحقیق بلکہ اِفترا کو قبول کرتے ہوئے اس کتاب کی تقدیم میں شیخ عطیّہ محمد سالم قاضیِ شرعی (نجدی) عدالتِ مدینہ منورہ بھی اس طرح شریکِ جُرم ہورہے ہیں: ''اس ضمن میں یہ بات بھی بہت اہم ہے اور قابلِ توجہ ہے کہ: جناب احمد رضا صاحب کا استاد مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔'' (ص۱۸۔ بریلویت)

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور افسوسناک بات یہ ہے کہ:

'' اَلْبَرَیلَویة '' کی ایسی ہی گمراہ کن اِطلاعات بلکہ اِختراعات واِفتراءات کی بنیاد پر سعودی ترجمان ماہنامہ رابطۂ عالمِ اسلامی، مکہ مکرمہ اپنا یہ ادارتی نوٹ لکھتا ہے:

''گمراہ وگمراہ گر بریلوی جماعت، عبد المصطفیٰ بریلوی نے ۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ کے درمیان قائم کی۔ بریلویت، ہندوستان کے ایک صوبہ اتر پردیش کے شہر بریلی کی طرف منسوب ہے۔

یہ شخص (احمد رضا بریلوی) مرزا غلام احمد قادیانی بانیِ قادیانیت کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کا شاگرد ہے۔'' (مجلّہ رابطةُ العالَمِ الاسلامی ۔مکة المُکرَّمہ ۔شمارہ جمادی الاولیٰ والآخرة ۱۴۰۵ھ۔ فروری ومارچ ۱۹۸۵ء)

جب ایسے ہی ''محقِّق'' اور ''قاضی'' بلکہ ''کاذِب ومُفتری'' سے قوم کا واسطہ پڑا ہے تو

پھر کفِ افسوس ملنے کے سِوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلاّ
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

حضرت مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (وصال یکم محرم ۱۳۳۶ھ/۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۷ء۔مدفون بریلی) رحمۃُاللّٰہ تعالیٰ علیہِ کی صحیحُ العقیدہ سُنّی حنفی اولاد آج بھی سرزمینِ بریلی میں موجود ہے ۔جسے تصدیق درکار ہو، وہ بریلی جاکر ان سے مل کر صحیح معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی نے اپنے دادا حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (متوفی یکم محرم ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء۔بریلی) کے بارے میں اپنا جو سوانحی مضمون تحریر کیا ہے اس کے چند اِقتباسات اِفادۂ قارئین کے لئے درج ذیل ہیں: ''حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃُ اللّٰہِ عَلیہِ، میرے حقیقی دادا، حضرت مولانا مرزا مطیع بیگ صاحب بریلوی رحمۃُ اللّٰہِ عَلیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

اور میرے دادا حضرت حکیم مرزا اُحسَن بیگ مرحوم مغفور لکھنوی کی بیاض کے مطابق حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵/جولائی ۱۸۲۷ء مطابق یکم محرمُ الحرام ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے تھے۔

آپ کی پیدائش محلّہ جھوائی ٹولہ، لکھنؤ میں ہوئی تھی۔آپ کے والدِ مرحوم نے لکھنؤ کی سکونت تَرک کر کے بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔لِھٰذا آپ جامع مسجد بریلی کے شرق میں واقع مکان، محلّہ قلعہ میں رہتے تھے۔آپ کا مکان آج بھی موجود ہے۔''

(ص ۶۱۔ماہنامہ حجاز جدید، دہلی۔شمارہ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

''ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے اور بیگ کے خطابات واِعزازات شاہانِ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں۔اسی مناسبت سے ہمارے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے الفاظ لکھے جاتے رہے ہیں۔

ہمارا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ عُبید اللہ اَحرار رحمۃُ اللّٰہِ علیہِ سے ملتا ہے۔ حضرت اَحرار رحمۃُ اللّٰہِ عَلیہِ نسلاً فاروقی تھے۔" (ص ۶۱۔ حوالۂ مذکورہ)

"حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے اَجدادِ کرام بھی شاہانِ مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی زمانہ سے ہمارے اور امام احمد رضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے خاندان سے قریبی روابط رہے ہیں۔ یہ تعلق و رابطہ، حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کی حیاتِ ظاہری (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) تک برابر رہا۔ حتی کہ میری دو ہمشیرگان بھی حضرت امام احمد رضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے خاندان میں بیاہی گئیں۔"

(ص:۶۱۔ حوالۂ مذکورہ)

"ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کذَّاب سے نہیں رہا۔ حتّٰی کہ ہمارے دُور کے عزیزوں کا بھی نہیں۔" (ص ۶۲۔ حوالۂ مذکورہ)

"یہ الزام لگانا کہ حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ صاحب رَحمۃُ اللّٰہِ عَلیہِ، مرزا غلام احمد قادیانی کذَّاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے بنیاد اور کِذبِ صریح ہے۔

غلام احمد قادیانی کذَّاب کا کوئی بھائی غلام قادر بیگ ہو تو یقیناً وہ دیگر شخص ہے۔ اس سے امام احمد رضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا استادی و شاگردی یا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔" (ص ۶۲۔ حوالۂ مذکورہ)

"حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ رَحمۃُ اللّٰہِ عَلیہِ کا وصال بریلی شریف میں ہوا۔ میرے والدِ مرحوم نے اپنی بیاض میں آپ کی تاریخ وفات ۱۸/۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء یکم محرمُ الحرام ۱۳۳۶ھ بعمر نوے سال لکھی ہے۔ آپ محلّہ باقر گنج (بریلی) میں واقع حُسین باغ میں دفن کیے گئے تھے۔" (ص ۶۲۔ ماہنامہ حجاز جدید، دہلی۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

اگر اتنے شواہد جاننے پڑھنے دیکھنے کے باوجود کسی کو یقین نہ آئے اور یہ اِلزام وہ دُہراتا رہے کہ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے تو ایسے لوگ اس الزام کے جواب میں کیا ثبوت پیش کریں گے کہ:

''شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی یَھُودِیُّ النَّسل اور اِحسان الٰہی ظہیر نَصرانیُّ الْاَصل تھے۔''؟؟؟

حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کذّاب ودجّال کی تکفیر فرمائی ہے وہیں اس کے خلاف مندرجہ ذیل کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں:

(۱) اَلْمُبِین خَتم النَّبیین (۲) اَلسُّوءُ والْعِقَاب عَلیٰ الْمَسِیحِ الکَذَّاب (۳) جَزَاءُ اللّٰہُ عَدُوَّہ بِاِبائِہٖ ختمَ النُّبُوَّۃ (۴) اَلجُرَازُ الدَّیَّانِی عَلیٰ الْمُرْتَدِّ القادِیانِی۔

موخّرُ الذِّکر رسالہ (**اَلجُرَازُ الدَّیَّانِی عَلیٰ الْمُرْتَدِّ القادِیانِی**) محرم ۱۳۴۰ھ کے ایک اِستفتا کا جواب ہے اور ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ کو امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہوا۔

رَدِّ قادیانیت میں بریلی شریف سے ایک مستقل رسالہ جاری ہوا تھا جس کا نام ہے **قَھرُ الدَّیَّان عَلیٰ مُرتَدٍّ بِقَادِیان۔**

امام احمد رضا بریلوی کے خَلفِ اکبر حُجۃُ الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے ۱۳۱۵ھ میں ایک رسالہ **اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِی عَلیٰ اِسْرافِ الْقادِیانِی** تحریر فرمایا۔

(۳) مخالفین کے دَجل وفریب کا ایک بدترین نمونہ یہ بھی ہے جس کا ذِکر اِحسان الٰہی ظہیر لاہوری (غیر مقلِّد) نے اس طرح کیا ہے:

''جناب احمد رضا کے خاندان کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہوسکا ہے کہ ان کے والد اور دادا کا شمار اَحناف کے عُلما میں ہوتا ہے۔ البتّہ جناب بریلوی کے مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُن کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا۔ انہوں نے ساری عُمر تقیَّہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تا کہ وہ اہلِ سُنَّت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔

ان کے مخالفین اس کے ثبوت کے لئے جن دلائل کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کیے جاتے ہیں:

ا۔ جناب احمد رضا کے آبا واَجدَ اد کے نام شیعہ اَسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرۂ نسب یہ ہے : احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔ (ص ۴۵۔ بریلویت۔ اَلْمَعْھَدُ الْاِسلامِی ۔ رِچھا ضلع بریلی۔ مطبوعہ ۱۹۸۸ء)

اس کے جواب میں ہم سب سے پہلے تو یہ عرض کریں گے کہ:

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھُلا

اُس کے بعد عرض کریں گے کہ:

شیعہ خاندان سے تعلق ظاہر کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو:

وہ اپنی فہرست میں یہ ''اَسمائے گرامی'' بھی شامل کرلیں جو ہم نُزْھَۃُ الْخَواطِر ،جلدِ ہشتم۔ مؤلّفہ حکیم عبدالحئی رائے بریلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) ناظمِ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے، ان کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ اور ان میں بھی سرِ فہرست اپنے:

(۱) شیخُ الکل جناب نذیر حسین دہلوی بن جَوَاد علی (ص ۴۹۷۔ نُزھۃ الخواطر ،جلدِ ہشتم ۔مطبوعہ حیدرآباد دَکن) کو رکھیں اور پھر یہ فہرست ملاحظہ فرمائیں:

(۲) رشید احمد (گنگوہی) بن ہدایت احمد بن پیر بخش بن غلام حَسَن بن غلام علی بن اکبر علی (ص ۱۴۸۔ نُزْھَۃُ الْخَواطِر۔ جلد ہشتم۔ از حکیم عبدالحئی رائے بریلوی۔)

(۳) (شیخُ الہند) محمود حَسَن بن ذوالفقار علی دیوبندی (ص ۴۶۵۔ نُزْھَۃُ الْخَواطِر)

(۴) ذوالفقار علی بن فتح علی (ص ۱۴۰۔ نُزْھَۃُ الْخَواطِر ۔جلد ہشتم)

(۵) حُسین احمد (مولانا اسعد مدنی کے والد)

(۶) نواب صدیق حَسَن بھوپالی۔

(۷) اشرف علی تھانوی۔

(۸) محمد علی (مونگیری) بن عبدالعلی بن غوث علی (ص ۴۴۵۔ نُزھۃُ الخَواطِر ۔جلد ہشتم)

(۹) عبدالشکور (کاکوروی) بن ناظم علی بن فضل علی (ص ۲۵۳۔ نُزھۃُ الخَواطِر)

(۱۰) خلیل احمد (انبیٹھوی خلیفۂ رشید احمد گنگوہی) بن مجید علی بن احمد علی بن قطب علی (ص ۳۳ ۔ نُزھۃُ الخوَاطِر ۔ جلد ہشتم)

(۱۱) اور آخر میں ابوالحسن علی ندوی ناظمِ دارُالعلوم ندوۃُ العلماء لکھنؤ و صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء بورڈ کو بھی شامل کر لیں۔

اور اگر سچی تحقیق و انشراحِ صدر مقصود ہے تو حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کر لیں جو انہوں نے شیعیت کے رَدو اِبطال میں تحریر فرمائی ہیں:

(۱) غایۃُ التَّحقیق فی اِمامَۃِ الْعَلیِّ و الصِّدِّیق (۲) مَطْلَعُ القَمَرَیْن فِی اِبانَۃِ سَبقۃِ الْعُمَرَیْن (۳) وجہُ المُشرِق بِجَلوۃِ اَسماءِ الصِّدِّیق وَالْفَارُوق (۴) لَمْعَۃُ الشَّمْعَۃُ لِھَدیِ شیعۃِ الشَّنعۃ (۵) اَعالِی الْاِفادَۃ فِی تَعْزِیۃِ الھِندِ وبَیانِ الشَّھادۃ (٦) رَدُّالرَّ فَضَۃ ۔ وغیرہ۔

قصہ مختصر یہ کہ ایسے ہی اِفتراءات و اِتہامات پر مشتمل اس رُسوائے زمانہ تالیف ''اَلْبَرَیلَوِیۃ'' کی طباعت و اِشاعت، سعودی ریال کے سہارے پوری دنیا میں کی جارہی ہے اور اس کے ذریعہ اِفْتِرَاق بینَ المُسلِمین کا سیاہ کارنامہ انجام دیا جارہا ہے۔

ہندو پاک کے نجدی وکیل شب و روز اپنی مُہم میں مصروف ہیں اور اپنی کارگذاریوں کی تفصیل سے اپنے آقایانِ نعمت کو برابر مطلع کرتے رہتے ہیں۔ حج و عمرہ اور زیارت کی نیت سے جو عُلما و مشائخ اہلِ سُنَّت حَرمین طیبین کی حاضری دیتے ہیں، اُن کی تفصیلی رپورٹ ان کے ایجنٹوں کے ذریعہ پہنچتی رہتی ہے اور انہیں غیر سُنّی ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

اس پس منظر میں آپ اُس حادثہ کی اصل روح سمجھ سکتے ہیں جو جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند حضرت مفتی اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی مُدَّظِلُّہُ العَالِی کے ساتھ مؤرخہ ۳۱/ اگست ۱۹۸٦ء کو مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ اور انہیں زیارتِ مدینہ منورہ سے محروم رکھ کر ہندوستان واپس کر دیا گیا۔

گرفتاری کے بعد دورانِ تفتیش آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو اس وقت کے متعدد اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکا ہے

''مخالفین، ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔ جس سے یہ وَہم ہوتا ہے کہ بریلوی کسی نئے مذہب کا نام ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اہلِ سُنَّت وجماعت ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی۔ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم، صحابہ وتابعین اور ہر زمانہ کے صالحین کا مذہب ہے۔ ہم اہلِ سُنَّت وجماعت ہیں اور اپنے آپ کو اہلِ سُنَّت وجماعت ہی کہتے ہیں۔ ہمیں اس مقصد کے لئے بریلوی کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پَیرو ہیں، ہم پر بہتان ہے۔ بریلوی کوئی مذہب نہیں ہے۔ اور اگر کوئی نیا مذہب بنام بریلوی ہے تو میں اس سے بَری ہوں۔'' (متعدد اخبارات ورسائلِ بمبئی ودہلی ۱۹۸۶ء)

اس سے چند ماہ پیشتر سفرِ پاکستان کے موقع پر جناب ابوزاہد نظامی نے آپ سے ایک انٹرویو لیا تھا۔ دورانِ گفتگو محمد صدیق زاہد صاحب نے بھی آپ سے ایک سوال کیا کہ:

''پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ کیا یہ اچھی بات ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''بریلوی کوئی مسلک نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ اہلِ سُنَّت وجماعت ہیں۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ: ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ حضور کے صحابہ کا ادب کرتے ہیں۔ حضور کے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں۔ حضور کی اُمَّت کے اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ فقہ میں ہم امامِ اعظم ابوحنیفہ کے مقلِّد ہیں۔ ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے۔ ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔''

(ص ۱۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ فروری ۱۹۸۶ء)

صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) وصدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) اور چند اکابر عُلماے اہلِ

سُنَّت نے اپنے دَور(۱۹۲۵ء) میں سُنّی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''سُنّی وہ ہے جو **مَااَنَاعَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِی** کا مصداق ہو۔

یہ وہ لوگ ہیں جو خُلفاے راشدین، ائمۂ دین، مسلم مشائخِ طریقت اور متأخّر عُلماے کرام میں سے حضرت شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی، حضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین مجدِّدی رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مَسلک پر ہوں۔ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعالٰی۔''

(ص۹۔ الفقیہ، امرت سر۔ پنجاب۔ ۲۱/اگست ۱۹۲۵ء)

واضح رہے کہ حضرت مولانا اختر رضا ازہری کے خلاف جاسوسی کرنے والے اور حَرم شریف میں وہابیوں سے الگ جماعت کرنے کے خلاف واویلا مچانے والے وہی لوگ تھے جن کے آبا واَجدَاد، سلاطینِ تُرکی واہلِ حجاز کو بھی بدعتی کہنے سے نہیں چوکتے تھے۔ چنانچہ ان کے امیرُ المؤمنین سید احمد رائے بریلوی صاحب (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اپنے اسی خیال کے مطابق حَرم شریف میں اپنی الگ جماعت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ غیر مقلدِ مؤرخ جناب غلام رسول مہر (متوفی ۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''سید احمد نے مُریدوں کو حکم دیا:

''جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی ہو۔''

(ص۲۲۲۔ سیرتِ سید احمد شہید۔ از مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ مطبوعہ کراچی)

اور سید احمد رائے بریلوی صاحب کے ایک مُرید مولوی عبد الحق نیوتنوی کے بارے میں مولانا عبد الفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں کہ: وہ مکہ مکرمہ کے مؤذِّن کو ''رجیم'' یعنی مردود کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں:

''صبح کی اذان کے اوّل، حَرمِ محترم کے اَطراف کے میناروں پر مؤذِّن (مئذنہ پر) چڑھ کر درود وسلام بآوازِ بلند پڑھتے ہیں۔ اس کو وہ (مولوی عبد الحق) رجیم (مردود)

کہتے ہیں۔'' (ص ۱۱۸۔تحفۂ محمدیہ۔ازسیدعبدالفتاح گلشن آبادی)

ذیل میں سرسید احمد خاں (متوفی مارچ ۱۸۹۸ء) کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں جس سے انقلاب ۱۸۵۷ء اور عُلمائے اہلِ سُنّت کے ''فتوائے جہاد ۱۸۵۷ء'' کے بارے میں سلسلۂ وہابیہ اسمٰعیلیہ (منسوب بہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور خود سرسید کا موقف واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بھی علم قارئین کو ہوجائے گا کہ مغل سلاطین کو فرقۂ وہابیہ، بدعتی سمجھ کر ان کی مساجد یہاں تک کہ جامع مسجد دہلی میں بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔ چنانچہ سرسید نے لکھا ہے کہ:

''مسلمانوں کا بہت روزوں سے آپس میں سازش اور مشورہ کرنا اِس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہوکر غیر مذہب کے لوگوں پر جہاد کریں اوران کی حکومت سے آزاد ہوجائیں، نہایت بے بنیاد بات ہے۔جب کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستأمن تھے، کسی طرح حکومت کی عمل داری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے۔

بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمٰعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کہا اور آدمیوں کو جہاد کی ترغیب دی۔اُس وقت انھوں نے صاف بیان کیا کہ:

ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کی امن میں رہتے ہیں، ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے۔اس لئے ہزاروں جہادی ہر ایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکاری عمل داری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا اور غربی سرحدِ پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔

اور جو ہر ضلع میں پاجی اور جاہلوں کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد ہی فرض کریں تو بھی اس کی سازش اور صلاح قبل دسویں مئی ۱۸۵۷ء مطلق نہ تھی۔

غور کرنا چاہیے کہ: اس زمانے میں جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بدرَوَیّہ اور بداَطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماشابینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے، کچھ وظیفہ اُن کا نہ تھا۔

بھلا یہ کیوں کر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جاسکتے تھے؟ اس ہنگامے (۱۸۵۷ء) میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہیں ہوئی۔

سب جانتے ہیں کہ سرکاری خزانہ اوراسباب جوامانت تھا،اس میں خیانت کرنا، ملازمین کونمک حرامی کرنی، مذہب کی رُو سے درست نہ تھی۔

صریح ظاہر ہے کہ بے گناہوں کا قتل علیٰ الخصوص عورتوں اور بچوں اور بُڈّھوں کا، مذھب کے بموجب گناہِ عظیم تھا۔ پھر کیوں کر یہ ہنگامۂ غدر، جہاد ہوسکتا تھا؟

ہاں! البتّہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اوراپنی منفعت اوراپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلوں کو بہکانے کواوراپنے ساتھ جمع کرنے کو جہاد کا نام دے لیا۔ پھر یہ بات بھی مُفسِدوں کی حَرمزدگیوں میں سے ایک حَرمزدگی تھی، نہ واقع میں جہاد۔

دِلّی میں جو جہاد کا فتویٰ چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے۔مگر میں نے بتحقیق سنا ہےاوراس کے اِثبات پر بہت دلیلیں ہیں کہ وہ محض بے اصل ہے۔

میں نے سنا ہے کہ:

جب فوج نمک حرام، میرٹھ سے دِلّی میں گئی تو کسی نے جہاد کے باب میں فتویٰ چاہا۔سب نے فتویٰ دیا کہ جہاد نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ اس پہلے فتویٰ کی نقل میں نے دیکھی ہے مگر جب کہ وہ اصل فتویٰ معدوم ہے تو میں اس نقل کو نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک لائق، اعتماد کے ہے؟

مگر جب بریلی کی فوج، دِلّی پہنچی اوردوبارہ فتویٰ جاری ہوا جو مشہور ہےاور جس میں جہاد کرنا واجب لکھا ہے، بلاشبہ اصلی نہیں ہے۔

چھاپنے والے اس فتویٰ کے جوایک مُفسِد اورنہایت قدیمی بدذات آدمی تھا، جاہلوں کے بہکانے اوروَرغلانے کولوگوں کے نام لکھ کراور چھاپ کراس کورونق دیا تھا۔ بلکہ ایک آدھ مُہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جوقبلِ غدر(۱۸۵۷ء)مَر چکا تھا۔

مگرمشہور ہے کہ چندآدمیوں نے فوجِ باغی بریلی اوراس کے مُفسِد ہمراہیوں کے جَبر اورظلم سے مُہریں بھی کی تھیں۔

دِلّی میں بڑا گروہ مولویوں اوران کے تابعین کا ایسا تھا کہ:

وہ مذہب کی رُو سے مَعزول بادشاہِ دِلّی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے۔

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ: دِلّی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبض ودخل اور اِہتمام ہے، ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔

چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد (دہلی) میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور غدر (۱۸۵۷ء) سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملے میں موجود ہیں۔

پھر کبھی عقل قبول کرسکتی ہے کہ:

ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہو؟''

(ص ۸۱۰ تا ص ۸۱۲۔ حیاتِ جاوید۔ مؤلّفہ خواجہ الطاف حسین حالیؔ۔ طبع پنجم ۲۰۰۴ء۔ قومی کونسل برائے فروغِ اردو۔ نئی دہلی)

یہاں قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ زبردست تبلیغِ وہابیت کے باوجود برِ صغیر ہند و پاک اور سارے عالَمِ اسلام کے اندر سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی تعداد اب بھی اَسّی (۸۰) فیصد سے زیادہ ہے اور متوارث طور پر وہی اُس دینِ حنیف کے حامل وامین اور اُس اسلام کے علمبر دار ہیں جو سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا۔ خلفائے راشدین وصحابۂ کرام اور تابعین وتبعِ تابعین نے جسے اَقصائے عالَم میں پھیلایا۔ اولیا وصُلحاے کاملین اور عُلما ومشائخِ مِلّت نے اپنے خونِ جگر سے جس کی آب یاری کر کے دنیا کی ساری اَقوام تک پہنچایا اور اس بشارتِ عظمیٰ کے مخاطب وحق دار ٹھہرے:

کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۂ آلِ عمران)

ترجمہ: تم ان سب اُمّتوں میں بہتر اُمّت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

یہ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت اُسی مذہب ومسلک کے مُتّبع اور اس کے داعی ہیں جو کتاب وسُنَّت سے ماخوذ ومُستَنبط ہے اور اسلافِ کرام سے عہد بہ عہد منتقل ہوتا ہوا اُن تک پہنچا ہے جسے انھوں نے اپنے سینے سے لگا رکھا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس نجدیت ووہابیت کا رشتہ ونظریہ وعقیدہ اصیل نہیں بلکہ دخیل ہے اور اس کا منبع وسرچشمہ حجاز نہیں بلکہ نجد ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ سیاسی وفوجی طور پر آلِ شیخ وآلِ سعود بلادِ حجاز ونجد کے حکم راں ہیں

اور وہ اپنی حکومت و دولت کے سہارے سعودی عرب اور اس سے باہر کی دنیا میں خفیہ وعلانیہ تبلیغِ وہابیت میں مُستعِد ہیں اور آج کل ''سَلفیت'' کے نام پر ان کی نجدیت و وہابیت پھَل پھُول رہی ہے۔

دینی وفکری سطح پر سعودی حکومت کے بعض اندرونی حالات وواقعات کی طرف ہم یہاں ہلکا سا اشارہ کررہے ہیں تاکہ ہمارے قارئین بھی اُن حقائق کو اچھی طرف جان لیں جنہیں چھُپانے کی مسلسل اور ناکام کوششوں کا سلسلہ، آغازِ اَمر سے اب تک جاری ہے۔

مذہبی وفکری واخلاقی لحاظ سے حجازی مسلمان، نجدی وسعودی شیوخ اوران کے حکمرانوں سے قطعاً مختلف ہیں۔ لیکن نجدیوں کے غلبہ وتسلُّط کی وجہ سے وہ دَبے ہوئے ہیں۔ سعودی عرب کے ہرشہر کا ہر امیر کوئی نجدی ہی ہے اور مساجد کے ائمہ ومؤذّنین بھی حکومت ہی کی طرف سے متعین ہیں۔ مسجدِ حرام ومسجدِ نبوی کے درجنوں ائمہ وخُطبا بھی نجدی ہی ہیں جن میں شاید باید ہی کوئی خطیب و امام، حجازی ہو۔ دینی وعلمی مراکز نجدیوں سعودیوں کے قبضے میں ہیں اور حکومت کی مرضی کے بغیر کوئی سعودی شہری ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔

سیاسی وصنعتی شعبوں پر امریکی پالیسی کا زبردست اثر ہے اور بیرونی دنیا میں سعودی حکومت ایسے ہی ممالک وجمعیّات وشخصیات سے رابطہ قائم کرسکتی ہے جو امریکن بلاک کے ہوں۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز نے کچھ ترقی پسندانہ امریکن نواز اقدامات کیے تھے جن کی وجہ سے آلِ شیخ کے اندر ناراضگی کا جذبہ پایا جاتا رہا ہے اور عوام کے اندر بھی بدگمانیاں سر ابھارتی رہی ہیں۔ شاہ فہد کے بعد عبداللہ بن عبدالعزیز آلِ سعود ان کے جانشین اور امریکہ کے حاشیہ نشین ہوئے مگر اپنے پیش رَو سے قدرے مختلف خیالات رکھنے کی وجہ سے غیر یقینی حالات سے دوچار رَہے ہے۔

سالہا سال سے اس بات کا مطالبہ کیا جارہا ہے کہ: ہر قبیلے کے نمائندوں پر مشتمل ایک ''مجلسِ شوریٰ'' بنائی جائے جس کی سفارشات وآرا کے مطابق ہی حکومت کا نظم ونسق چلے۔

مدینہ یونیورسٹی، مدینہ طیبہ کی ایک تقریب میں براہِ راست یہ سوال کیا گیا کہ:

مجلسِ شوریٰ کی تشکیل کے وعدہ کو کب عملی شکل دی جائے گی؟

اس سوال کا شاہ فہد نے گول مول جواب دے کر بات ختم کردی۔لیکن اس سوال سے حاضرین وسامعین کے چہروں پر خوشی ومسرت اور جواب سے مایوسی وبے اطمینانی کی جو کیفیت محسوس کی گئی اسے کوئی ختم نہ کرسکا۔

قدیم ''مؤتمر عالَمِ اسلامی'' کے مقابلے میں ''رابطۂ عالَمِ اسلامی'' کے نام سے سعودی حکومت کی قائم کردہ مذہبی تنظیم نے دنیا کے ہر ملک کے مشاہیر عُلما کو گویا ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی اوراس کی طرف سے بہت سے مذہبی وعلمی امور انجام دئے جاتے رہے ہیں۔عربی وانگریزی ودیگر زبانوں میں کتب ورسائل شائع کیے جاتے رہے ہیں۔مگراس کا افسوسناک کردار یہ ہے کہ سعودی حکومت کے اشارے پر ہی اس رابطہ کی زبان چلتی ہےاوراس کا قلم بھی حرکت کرتا ہے۔

لبنان پر جس وقت (۱۹۸۲ء) اسرائیل نے حملہ کیا اورامریکہ کی پشت پناہی میں اس نے اپنی خوں ریز کارروائیوں کا آغاز کیا۔لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کو بے گھر اور ہزاروں کو شہید کرڈالا تو رابطۂ عالَمِ اسلامی،مکہ مکرمہ کی ایک ہنگامی میٹنگ بلائی گئی اوراس نے امن وسلامتی کے لئے جو قرارداد پاس کی اسے سن کراور پڑھ کر دنیا کے کروڑوں مسلمان حیرت زَدَہ رہ گئے کہ اسرائیل کی مذمّت کے ساتھ ساتھ امریکہ کا نام کیوں نہیں لیا گیا؟

کیا رابطۂ عالَمِ اسلامی،مکہ مکرمہ کے عہدے داران وممبران کو یہ حقیقت معلوم نہیں تھی کہ امریکہ ہی وہ بنیاد ہے جس کے سہارے اسرائیل کا وجود باقی وبرقرار ہے۔وَرنہ اب تک اس کا نام ونشان بھی نقشۂ عالم سے مٹ چکا ہوتا؟۔

لیکن شرکاے رابطہ نے یہ سوچا ہوگا کہ امریکہ جس طرح اسرائیل کا سرپرست ہے اسی طرح سعودی حکومت کا بھی آقا ہے۔اس لئے خواہ مخواہ ایسی کوئی بات کیوں ہونے دی جائے جس سے اپنا عہدہ یا رُکنیت خطرے میں پڑجائے؟

مدینہ یونیورسٹی،مدینہ طیبہ جو درحقیقت جامعہ ازہر،قاہرہ کے مقابلے میں عالَمِ وجود میں آئی ہے،اُس کا کردار بھی یہی ہے کہ مسلمانانِ عالم کو فکری وتعلیمی راہ سے دعوتِ وہابیت

سے قریب کیا جائے۔ دنیا میں اس کے پھیلے ہوئے ہزاروں مَبعوثین بھی صبح وشام یہی کام کرتے رہتے ہیں اوراس کے لئے انہیں ریالوں کی تھیلیاں پہنچتی رہتی ہیں۔ مساجد ومدارس کی تعمیر کے نام پر پاک وہند میں ان کی جوسرگرمیاں رہی ہیں ان سے یہاں کے مسلمان بھی اچھی طرح واقف ہیں۔

سعودی ایئرپورٹ پراس کی سخت نگرانی کی جاتی ہے کہ کوئی ایسی کتاب ملک کے اندر داخل نہ ہونے پائے جونجدی مسلک کے خلاف ہو۔ چنانچہ اسی پالیسی کے تحت حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ترجمۂ قرآن پر پابندی عائد کی گئی جس پر ہندوپاک کے سعودی نواز حلقوں نے اظہارِ مسرت کیا۔

حالاں کہ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ: مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی ''تبلیغی جماعت'' کو بھی سعودی عرب سے ملک بدر کردیا گیا ہے۔ اورسعودی عرب کے اندر تبلیغی جماعت کے داخلہ پرسخت پابندی عائد کردی گئی ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانیِ جماعت اسلامی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے داخلہ پر پابندی ہے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ سعودی عرب میں کوئی شخص اپنے پاس رکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظمِ دارالعلوم ندوۃُ العلما لکھنؤ کی کتاب ''اَلتَّفسِیرُ السِّیَاسِی لِلْاِسلام'' کے ساتھ بھی سعودی حکومت کا یہی سلوک ہے۔

مولانا محمد یوسف بنّوری (کراچی) کی بھی ایک کتاب کا یہی حال ہے۔

اورمولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند کی کتاب ''اَلشَّھَابُ الثَّاقِب'' جووہابیوں کے خلاف ہے۔ اورمولانا خلیل احمد انبیٹھوی خلیفۂ مولانا رشید احمد گنگوہی کی وہابی مخالف کتاب اَلْمُھَنَّد عَلیٰ الْمُفَنَّد جس پر سارے اکابر علماے دیو بند کی تصدیق ہے۔ یہ دونوں کتابیں اگر سعودی عرب میں کہیں بھی مل جائیں توشیوخِ نجد انہیں جلا ڈالیں گے۔

۱۹۸۳ء میں سعودی حکومت نے ایک بہت سخت اور جابرانہ قدم اٹھایا۔ پہلے تو اپنے

آدمیوں کے ذریعہ اس نے جاسوسی کرائی ۔اس کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں میں محفلِ میلاد منعقد کرتے ہوئے پائے گئے انہیں بلا کسی رُو رِعایت کے ملک سے باہر نکال دیا گیا ۔جن میں ایسے ایسے حضرات بھی تھے جو پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ سال سے سعودی عرب میں قیام پذیر تھے۔

کیا حُدُود وقُیُود کے ساتھ بھی محفلِ میلاد کا اِنعقاد اتنا سنگین جُرم یا کفر وشرک ہے جس پر ان مسلمانوں کو اتنی سخت سزا دی گئی؟

اس جَبر واِستبداد کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نجدی قوم اپنے آپ کو ہی صحیح اور سچا مسلمان سمجھتی ہے اور دوسرے مسلمان اُس کی نظر میں مبتلائے کفر وشرک ہیں۔

۱۹۲۶ء میں مؤتمرِ اسلامی نے جو تجویز پاس کی تھی اسے آپ پڑھیے تو اس حقیقت کا آپ کو اچھی طرح علم واِدراک ہو جائے گا:

''حقیقت یہ ہے کہ عُلمائے نجد بظاہر اس کے دعویدار معلوم ہوتے ہیں کہ:

شریعتِ حقّہ کا علم انہیں کو حاصل ہے اور یہی نہیں کہ اُن کا مذہب، مذاہبِ اَربعہ سے بہتر ہے۔ بلکہ عُلمائے نجد کو بھی وہ عُلمائے اَحناف سے بہتر جانتے ہیں۔

انہیں حالات سے مجبور ہو کر ہم نے بمعیت جمعیۃ العلماء، مؤتمرِ اسلامی میں ایک تجویز پیش کی تھی کہ تمام مذاہبِ اسلامیہ کے متبعین کو ارضِ حجاز میں عبادات، مناسک اور اعمال میں آزادی حاصل ہونی چاہیے اور کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ کسی چیز پر جو اس کے مذہب میں جائز ہے، عامل نہ ہو۔ یا کسی چیز پر جو اس کے مذہب میں جائز نہیں، عمل کرے۔

اور کسی مذہب میں کیا چیز داخل ہے؟ اس کا فیصلہ صرف اسی مذہب کے عُلمائے مستند ومعتبر کریں۔ اور دوسرے مذاہب کے عُلما اس میں مداخلت نہ کریں۔

گو یہ تحریک بالآخر منظور ہوئی لیکن اس پر سخت مباحثہ ہوا۔

اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ نامزدگانِ سلطنت کو بہ طیبِ خاطر قبول نہ تھی۔''

(رپورٹ خلافت کمیٹی)

حالاں کہ ابن سعود نے دسمبر ۱۹۲۴ء میں خلافت کمیٹی کے نام جو دعوت نامہ بھیجا تھا اس

میں اس نے کچھ اور ہی وعدہ کیا تھا۔ جسے آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں: ''اور میں اس خدائے برتر کی قسم کھا کر جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کہتا ہوں کہ: میرا مقصد حجاز پر تسلُّط یا حکومت کرنا نہیں ہے۔ حجاز میرے ہاتھ میں اس وقت تک امانت ہے جب تک اہلِ حجاز خود اپنے میں سے کسی ایسے حاکم کا انتخاب نہ کرلیں جو عالَمِ اسلامی کی بات سننے والا اور اُن اقوامِ اسلامیہ وطبقاتِ مِلّیہ کے زیرِ نگرانی رہے جنہوں نے اپنی غیرتِ مِلّی وحمیّتِ دینی کا ثبوت دیا ہے۔ مثلاً ہندوستانی مسلمان۔'' (رپورٹ خلافت کمیٹی)

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ ابن سعود نے مسلمانانِ عالم سے جھوٹے وعدے کیے اور دفعُ الوقتی کے لئے جھوٹی قسمیں بھی کھائیں۔ مسلمانوں کی مذہبی آزادی سَلب کی۔ اہلِ حجاز کو اپنا محکوم وتابع بنا کر رکھا اور اپنی شہنشاہیت کی جڑیں مضبوط کیں۔ ورنہ اتنے طویل عرصے تک انہیں کوئی ایسا حجازی شخص کیوں نہیں مل سکا جسے وہ زمامِ اقتدار منتقل کرسکے؟

اس لئے ہمیں ان حالات ودفعات کے عینی شاہد مولانا محمد علی جوہؔر (متوفی ۱۹۳۱ء) کی وہ بات بالکل صحیح اور سچی معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے حجاز سے واپسی کے بعد شاہجہانی جامع مسجد دہلی میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہی تھی:

''میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اسے حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں:

مجھے ابنِ سعود سے ذاتی عداوت نہیں۔ نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر مبنی ہے۔

میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناخوش۔

سلطان ابنِ سعود اور ارکانِ حکومت بار بار کتابُ اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ کی رَٹ لگاتے تھے۔ لیکن میں نے تو یہ پایا کہ:

''انہوں نے کتابُ اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ کو دنیا کمانے کے لئے آلہ بنا رکھا ہے۔''

جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں، چوری کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ قرآن وحدیث کو آڑ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں، وہ چوروں، ڈاکوؤں سے بھی بُرا کرتے ہیں۔'' (مقالاتِ محمد علی جوہر۔ ص ۹۵۔ ۹۶۔ جلدِ اول)

اب آیئے اور کچھ ایسے علمی حقائق کا مطالعہ کیجیے جن سے مولانا محمد علی جوہر (متوفی ۱۹۳۱ء) کے اس دعویٰ کا آپ کو ثبوت مل جائے گا کہ ان نجدیوں نے کتابُ اللہ اور سُنَّتِ رسول اللہ کو دنیا کمانے کا آلہ بنا رکھا ہے اور اُن کی یہ حرکت چوری ڈکیتی سے بھی بدتر ہے۔

''دنیا کمانے کا آلہ'' کے جوہری تبصرے پر میری طرف سے یہ اضافہ ہے کہ: اپنی حکومت کو انہوں نے وہابیت پھیلانے کا ذریعہ اور وسیلہ بنا رکھا ہے۔

مکہ مکرمہ کے جلیلُ القدر عالمِ دین و مُحدِّث حجاز حضرت شیخ سید محمد بن علوی بن عباس مالکی (وصال ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) کی ایک عظیم تصنیف ہے اَلذَّخائِرُ المُحَمَّدِیة، مطبوعہ قاہرہ، مصر۔ جس کے تقریباً ساڑھے تین سو صفحات ہیں۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ، آپ کے فضائل و کمالات اور خصائص واوصاف کا یہ نہایت بیش قیمت مجموعہ ہے اور اس کا سارا مواد مُستند اَحادیث و کتبِ سِیَر سے ماخوذ ہے۔

اور آپ ہی کا ایک دوسرا کتابچہ ہے۔ حَولَ الاِحْتِفال بِالمَولِدِ النَّبوِیّ الشَّریف ۔مطبوعہ جدّہ۔۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء (اردو ترجمہ بقلم یٰسٓ اختر مصباحی۔ بنام ''جشنِ میلادُ النبی''، طبعِ اوّل، المجمع الاسلامی مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ ہند) جس میں آپ نے جواز و اِستحسانِ میلاد و قیام کو مُجملاً و مختصراً بیان فرمایا ہے اور اس سلسلے میں عُلماے اسلام کی آرا و خیالات اور ان کی چند مفید کتابوں کی نشان دِہی بھی فرمادی ہے۔

ان دونوں کتابوں کی بنیاد پر سعودی حکومت کے وظیفہ خوار عُلما و شیوخِ نجد نے آپ کو مُبتَدِع اور ضال و مُضِل قرار دے کر مسجدِ حرام شریف میں آپ کے درسِ حدیث کو بند کرادیا۔

گھر پر ہونے والی محفلِ میلاد پر پابندی عائد کرادی اور بیرونِ ملک کے دَعوتی اَسفار کی اجازت منسوخ کرادی۔

یہ ساری کارروائیاں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اَلرَّئِیسُ الْعامُ لِاِدَاراتِ الْبُحوثِ العِلمیةِ والْاِفتاءِ والدَّعوةِ والْاِرشاد ۔(سابق وائس چانسلر، مدینہ یونیورسٹی) کے حکم پر ہوئیں۔ شیخ بن باز اپنے دَور میں سعودی حکومت کے سب سے بڑے عالم وفقیہ اور دونوں آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے۔

حضرت سید محمد بن علوی بن عباس مالکی کی دونوں کتابوں کے رَد میں ایک نجدی عالم، شیخ عبداللہ بن سلیمان بن مَنِیع نے ''حِوَارُ مَعَ المَالِکی فی رَدِّ مُنکَرَاتِہٖ وضَلاَلاَتِہٖ'' کے نام سے تقریباً دوسو (۲۰۰) صفحات پر مُشتمل ایک کتاب لکھی جس کا چوتھا ایڈیشن میرے سامنے ہے اوراسے سعودی حکومت پوری دنیا میں مفت تقسیم کررہی ہے۔ اس کتاب پر شیخ بن باز کی تقریظ ہے۔ نجدی عُلما نے سید محمد بن علوی مالکی سے کئی مباحثے کیے اور بزورِ طاقت آپ سے توبہ ورُجوع کا انہوں نے مطالبہ کیا۔ لیکن سعودی تاریخ کا یہ پہلا عظیم الشان اعلانِ حق ہے کہ مکہ مکرمہ کے اندر بیٹھ کر آپ نے شیوخِ نجد کے ہر مطالبے کو یہ کہہ کر ٹھکرادیا کہ: ''میں عُلمائے اسلام اوراَسلافِ کرام کے مذہب ومسلک پر قائم ہوں اوراپنے اس مذہب ومسلک کی صحت پر میرا یقین ہے اس لئے میں کسی دَباؤ کے تحت اپنا کوئی عقیدہ ونظریہ تبدیل نہیں کرسکتا۔''

اس اعلانِ حق کے بعد نجدی شیوخ وعُلما اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور چوں کہ حَرمین طیبین کے مسلمانوں پراورسارے علاقۂ حجاز پر سید محمد بن علوی مالکی کا زبردست دینی وروحانی اثر ہمیشہ رہا ہے اس لئے سعودی حکومت اپنی ہزار ستم رانیوں کے باوجود اس عالم ومُحدِّث وغازیِ حجاز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہیں کرسکی اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی تحریک کے باوجود حکومتِ سعودی عرب کے قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔

ربِّ کائنات کا ہزار ہزار شکر واِحسان ہے کہ عالَمِ اسلام کے سیکڑوں ممتاز عُلما ومشائخ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت بھی آپ کی تائید وحمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ سعودی حکومت کو یہ وارننگ دے دی کہ:

''سید محمد بن علوی بن عباس مالکی کو تنہا نہ سمجھا جائے اور حکومت کا اثر واقتدار ان کے خلاف ہرگز نہ استعمال کیا جائے ورنہ اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ کیوں کہ عالَمِ اسلام کا سَوَادِ اعظم ان کے ساتھ ہے۔''

حِوَارُ مَعَ المَالِکِی کے جواب میں عالَمِ اسلام کی طرف سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں جن میں تائیدِ مذہبِ اہلِ سُنَّت وتردیدِ وھابیت کے ساتھ سید محمد بن علوی مالکی کی

حمایت اور نجدی عُلما کی زبردست مخالفت ہے۔ چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) "اِعْلامُ النَّبیل بِمَا فِی شَرحِ الجزائِریّ مِنَ التَّلْبِیسِ وَالتَّضْلِیل"
مؤلّفہ شیخ راشد بن ابراهیم اَلْمرِّیخی۔ مطبوعہ بحرین۔

اس کتاب میں شفاعت وتوسُّل، حیاتِ رسول، میلادُ النبی، تعظیم ومحبتِ رسول، اِستغاثہ و اِستعانت وزیارت وسماع ورویتِ باری تعالیٰ وعلمِ غیبِ رسول جیسے اہم مسائل میں سید محمد بن علوی مالکی کے مَوقِف کی تائید وحمایت ہے جس پر مُحدِّث المغرب اَلسَّیِّد عبدالعزیز بن محمد بن صدیق اَلغماری کی تقریظ بھی ہے۔ تقریباً سو (۱۰۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب نہایت جامع ہے۔

(۲) "اَلرَّدُّ المُحکَمُ المَنِیع عَلیٰ مُنکَرَات وشُبهاتِ ابنِ المَنِیع"
ازشیخ یوسف السَّیِّد هاشِم اَلرِّفاعِی ۔سابق وزیر اوقاف کویت، مطبوعہ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء۔

دس فصلوں پر مشتمل ایک سو ساٹھ (۱۶۰) صفحات کی یہ کتاب ہے۔ علمِ غیب وعظمتِ رسول پر اس میں تحقیقی بحث ہے۔ توسُّل وتبرکات وآثار کے فوائد کا ذکر ہے۔ سُنَّت وبدعت کی اقسام اور ان کی تشریح ہے۔

آخرِ کتاب میں اَلدُّکتور محمد سعید رمضان اَلبُوطِی کا ایک مختصر مقالہ ہے جس میں مُنکرینِ میلاد کی تردید ہے۔ اور خود مؤلّفِ کتاب نے مشروعیتِ میلادالنبی پر ایک تفصیلی کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

(۳) "اَلتَّحْذِیرُ مِنَ الْاِغْتِرَار بِمَا جاءَ فِی الْحِوار"
ازشیخ عبدالحئی العمروی خلیفہ ،رئیس فروع رابطۃِ العُلماءِ بِفاس۔مراکش۔

وشیخ عبدالکریم مرداد ،عضو رابطۃِ العُلماءِ بِالمغرب (مراکش)۔ طبعِ اول، فاس۔مراکش۔۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

تقریباً پونے دوسو صفحات کی اس کتاب میں زیارت وشفاعت وتوسُّل وعلمِ غیبِ نبی

صَلَّى اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم، میلاد النبی، تبرکات وآثارِ رسول وصحابۂ کرام پر تحقیقی بحث اور مَسلکِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا دِفاع ہے۔ اور اس کے اندر صاف وصریح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ:

''یہ حملہ صرف علوی صاحب پر نہیں بلکہ سارے متقدم ومتأخّر عُلماے اسلام اور اسلافِ کرام پر ہے۔ اس لئے نجدی شیوخ وعُلما جب اور جس وقت چاہیں ہم سے ان مسائل وموضوعات پر بحث ومباحثہ کرسکتے ہیں۔ اور اِنْ شَاءَ اللّٰہ ہم ان پر مَسلکِ اہلِ سُنَّت کی صداقت وحقَّانِیَّت کو واضح اور ثابت کردیں گے۔''

کتاب کے آخری صفحہ پر یہ عبارت درج ہے جس میں حِوارُ مع الْمَالِکی کے مؤلّف کو نجدی عُلما کا نمائندہ سمجھتے ہوئے اسے چیلنج دیا گیا ہے:

فَاِنَّنَا مُسْتَعِدُّون مِنْ جَدِیدٍ اِلیٰ التَّوَسُّعِ فِی الْمَوضوعِ اکثر بَلْ اِنَّنَا مُسْتعِدُّون اَنْ نُنَاظِرَہٗ فِی مَلَأءٍ مِنَ النَّاس۔

اور اس سے پہلے والے صفحہ پر اَلْخاتِمة کے عنوان سے یہ کہا گیا ہے کہ:

(**ترجمہ**) ''معلوم ہوا ہے کہ ایک مصری عالم حِوارُ مع الْمَالِکی کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایشیا وافریقہ سے اسی طرح کی اور بے شمار اطلاعات موصول ہورہی ہیں جن سے اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ: ''مسلمانوں کی غیرت بیدار ہوچکی ہے اور وہ نصرت ودِفاعِ حق کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔''

درحقیقت یہ سید محمد بن علوی مالکی کی کوئی شخصی وذاتی مدد نہیں، اگرچہ وہ مظلوم ہونے کی حیثیت سے اس طرح کی بھلائی کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

اور یہ بات بھی ہے کہ ہمیں ہر مسلمان کی عزت وآبرو بچانی چاہیے۔

ہم کہتے ہیں کہ: سید محمد بن علوی مالکی کی یہ حمایت نہیں ہے اور نہ کسی ذاتی دوستی یا دنیاوی ومادّی منفعت کے لئے ہم ایسا کہہ رہے ہیں بلکہ ان مَبادی وعقائد وافکار کی نصرت وحمایت ہمارا مقصود ہے جو کروڑوں مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

جو شخص سید محمد بن علوی مالکی اور ان کے شیوخ و متبعین کی تکفیر کو صحیح سمجھے وہ مسلمانوں کے سَوَادِ اعظم کی تکفیر کا حکم لگا رہا ہے۔ فَلاَ حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیّ العَظِیم

(ص ۱۵۷۔اَلتَّحْذِیرُ مِنَ الْاِغْتِرارُ)

سب سے جرأت مندانہ اِقدام وہ ہے جو خود حضرت سید محمد بن علوی مالکی نے کیا ہے۔ پوری تحقیق و جامعیت کے ساتھ آپ نے ''مَفَاھِیم یَجِبُ اَن تُصَحَّح'' (طبعِ اول۔ دارُ الاِحسان۔ قاہرہ، مصر۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) کے نام سے دوسواڑتیس (۲۳۸) صفحات کی ایک کتاب لکھ کر اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطل کا وہ عظیم و جلیل تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جس سے ساری دنیا کے سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے اور نجدی عُلما و اُمَرا محوِ حیرت اور انگشت بدنداں ہیں کہ یہ کیسا جَرِی و غیور انسان ہے جو ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا ہے اور ہماری قوت و اِقتدار سے مرعوب ہونے کا اس کی زندگی میں کوئی خانہ ہی نہیں ہے؟

مَفَاھِیم یَجِبُ اَن تُصَحَّح کے اردو ترجمہ بنام ''اصلاح فِکر و اعتقاد''، بقلم یٰسٓ اختر مصباحی کی ہندو پاک میں متعدد اِشاعتیں ہو چکی ہیں۔

مَفَاھِیم کے اب تک متعدد ایڈیشن مختلف عرب ممالک اور مسلم اِداروں و تنظیموں کی جانب سے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ اس کے اندر مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے:

فسادِ تکفیر و تضلیل۔ مقامِ خالق و مخلوق۔ معیارِ ایمان و کفر۔ عبادت و ادب۔ بدعتِ حَسَنہ و سَیّئِہ۔ دعوتِ ائمہ تصوف۔ دلائلِ توسُّل بِالنَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم وبِالاَنبیاءِ وَالمُرسَلِین والصَّحابَۃِ والتَّابِعین۔ اِستغاثہ و اِستعانت بِالنبی۔ شفاعتِ رسول۔ حقیقتِ نبوت و بشریت۔ خصائصِ محمدیہ۔ میلادُ النبی۔ انبیاے کرام بشر ہیں لیکن ساداتِ بشر۔ نگاہِ نبوت۔ تبرکات و آثارِ نبوی۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام موضوعات پر بحث کرتے ہوئے آپ نے مذہب و مسلکِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی وضاحت اور تائید و حمایت کی ہے۔ اِخلاص و دردمندی کے ساتھ عُلما و شیوخِ نجد کو دعوت دی ہے کہ وہ اسلافِ کرام کے مسلک کی پیروی کریں۔ ان کے نقشِ

قدم پر چلیں اورکوئی نیا مَسلک اختیار کر کے اسے جبراً کسی پر مسلّط و نافذ کر کے اپنی دنیا وآخرت خراب کرنے کوشش سے باز آئیں۔ دوسروں کی اصلاح کرنے کی بجائے پہلے انہیں خود اپنے مَوقِف وفِکر واِعتقاد کی اصلاح وتصحیح کرنی چاہیے اور اُس راہ پر انہیں چلنا چاہیے جس پر اگلوں کا سفرِ حیات طے ہوا ہے۔ مَفاھِیم کی تحریری تائید وتوثیق مصر، مَراکش، تیونس، متحدہ عرب امارات، بحرین، ابوظبی، موریتانیہ، انڈونیشیا، چاڈ کے دسیوں مشاہیر عُلما ومشائخِ کرام نے کی ہے۔ اِن مُصدِّقِین میں سے پانچ چھ حضرات رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے بھی ممبر ہیں۔ جن میں سے چار نام ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) شیخ حَسْنَین محمد مَخلُوف، سابق مفتیِ اعظم مصر۔ سعودی حکومت نے آپ کو خدمتِ اسلامی کا ''فیصل ایوارڈ'' بھی دیا ہے۔

(۲) ڈاکٹر الحُسَینی عبدالمجید ھاشِم۔ اَلاَمِینُ العام لِمَجمعِ البُحوثِ الاسلامیة، قاھرہ، مصر۔

(۳) شیخ محمد بن احمد الخزرجی۔ وزیر اوقاف متحدہ عرب امارات۔

(۴) شیخ عبد اللّٰہ کنون الحُسَینی۔ اَلاَمِینُ العام لِرَابطۃِ العُلماء بِالمغرب (مراکش)

ریال اور قوت وطاقت کے بل بوتے پر تبلیغِ وہابیت ونجدیت کا خواب ان عُلما ومجاہدینِ اسلام نے چکنا چور کر دیا اور محدِّث وغازیِ حجاز سید محمد بن علوی مالکی نمائندۂ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت نے شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نمائندۂ وہابیت کی آنکھیں کھول دیں کہ: اَفضلُ الجِھادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عندَ سلطانٍ جائرٍ پر عمل کرنے والے آج بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ نجدی اقلیت اپنے مکروفریب کے ذریعہ حجازِ مقدّس یا کسی خِطّۂ ارض میں سُنّی اکثریت پر وقتی وعارضی طور پر تو بظاہر غالب آسکتی ہے مگر نتیجہ کے اعتبار سے حق ہمیشہ سربلند رہا ہے اور ہمیشہ سربلند رہے گا۔ اس لئے سَوَادِ اعظم اہل سُنَّت وجماعت کی موافقت و رفاقت واِتباع ہی واحد ذریعۂ ھدایت ونجات ہے اور اُخروی زندگی کی صلاح وفلاح کا راز بھی اسی میں مُضمر ہے۔

اَکابرِ سَوَادِاعظم کی کتابوں میں تحریف و اِلحاق

''فِکرِ ولی اللّٰہی'' کے صحیح خَدوخال

حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃُ اللّٰہ علیہِ (ولادت ۴/شوال ۱۱۱۴ھ/۱۲/فروری ۱۷۰۳ء۔ وصال ۳۰/محرم ۱۱۷۶ھ/۲۱/اگست ۱۷۶۲ء) کی متعددُ الجہات اور جامعُ الصّفات شخصیت صرف اہلِ ہند نہیں بلکہ سارے عالَمِ اسلام کے لئے موضوعِ بحث و تحقیق بن چکی ہے اور اب آپ کے افکار و نظریات پر مغربی یونیورسٹیوں کے فُضَلا اور دانشور حضرات بھی تحقیق اور ریسرچ کر رہے ہیں۔

صوفیہ و مشائخِ چشت کے علاوہ دہلی کے طبقۂ عُلما ومحدِّثین اور اس کی باکمال شخصیتوں میں جس طرح اِمامُ المحدِّثین، مُحقِّق علی الاطلاق، عاشقِ رسول، شیخُ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدِّث دہلوی رحمۃُ اللّٰہ علیہِ (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۲ء۔ وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی شخصیت، احادیثِ نبوی عَلٰی صاحِبِہَا الصَّلوٰۃُ و السَّلام کے درس وتدریس ونشرواِشاعت وترویج کے باب میں سب سے ممتاز اور نمایاں ہے، اُسی طرح خدمتِ علمِ حدیث میں امامُ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی کا قابلِ رشک علمی وفکری مقام بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اس عظیم وعبقری شخصیت کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدِّث دہلوی (وصال ۱۱۳۱ھ) رحمۃُ اللّٰہ علیہِ جس طرح ایک بڑے ہی جلیلُ القدر عالم ومحدِّث تھے، اُسی طرح آپ کے صاحبزادگان، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبدالقادر، بھی ایک سے بڑھ کر ایک عالم فاضل اور محدِّث تھے۔ گویا: ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی سے لے کر آپ کے جُملہ اساتذہ ومشائخِ کرام اور اَولاد

وَ اَحفادتک دینی وعلمی وروحانی فیضان حاصل کرنے اوراسے اپنے تلامذہ اوروابستگان تک منتقل کرتے رہنے کا ایک سلسلۂ رحمت ونور ہے جو مَوج درمَوج رَواں دَواں ہے۔ اور اس کا آخری سِرا اُس بحرِ بیکراں سے جا کرمل جاتا ہے جو مُنبعِ جودوکرم، رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم کے دستِ کرم سے جاری ہے۔ اور بقدرِظرف جس سے ساری کائنات مستفیدوسیراب ہورہی ہے۔ گویا

"انگلیاں" ہیں فیض پرٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں "پنجابِ رحمت" کی ہیں جاری واہ واہ

تو یہ ذِکر ہے اُس "سلسلۂ ولی اللّٰہی" کا جس کے خیالات ونظریات کو "فِکرِ ولی اللّٰہی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کا ایک مقتدر عالم اور جلیلُ القدر محدِّث تھا۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ کا مقلِّد تھا۔ تصوف وطریقت کا علم بردار تھا۔ اسلافِ کرام کی اَقدار وروایات کا وارث وامین تھا۔ خود تنہا نہیں بلکہ اس کے ان اوصاف میں اس کے والدِ محترم بھی شریک تھے اور صاحبزادگان ونبیرگان (باستثنائے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) بھی ان کے سچے وارث تھے۔ جو سب کے سب، سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے اکابر عُلما وصوفیہ ومشائخِ کرام کی اُسی رَوِش پر قائم و دائم رہے جو انھیں بطورِ وراثت ملی تھی۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے۔ حیرت انگیز بھی اورافسوسناک بھی کہ:

آج کل کے "مؤحِّدین" (یعنی غیر مقلِّدین) اپنے زعمِ عَمَلُ بِالْحَدِیث (بالفاظِ دیگر "غیر مقلِّدیت") میں مسلمانانِ ہند پر الزامِ شرک وبدعت رکھنے کے لئے آڑ لیتے ہیں اسی "فِکرِ ولی اللّٰہی" کی۔ اوراپنے مخصوص نظریات

(غیر مقلِّدیت، وہابیت) کواس سے جوڑنے کی ایسی نارَوا جسارت کرتے ہیں کہ شرم وغیرت کے مارے اسلامی تاریخ ہند کی پیشانی بھی عَرق آلود ہوجاتی ہے۔

ذرا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں! جو "مَنصبِ تجدید کی حقیقت اورتاریخ تجدید میں شاہ ولی اللہ کا مقام" کے عنوان سے ماخوذ ہے۔ اور جس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانیِ جماعت اسلامی نے اہلِ علم کواپنے طور پر گویا یہ بھی باوَرکرادیا ہے کہ اپنے مخصوص نظریات کو

پیش کرنے کے لئے خود انھوں نے اور ان کے بعض پیش رَو حضرات نے ''فِکرِ ولی اللّٰہی'' کو مسخ کرنے میں کتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا ہے۔

تمہید کا یہ حصہ اُن سبھی اربابِ فکر و دانش کے لئے قابلِ غور ہے جو ''فکرِ ولی اللّٰہی'' سے تھوڑی بہت واقفیت اور ادنیٰ سا بھی ربط و تعلق رکھنے کے دعویدار ہیں۔ مولانا مودودی نے ''شاہ ولی اللہ نمبر'' (ماہنامہ اَلفرقان، بریلی، زیرِ اِدارت مولانا منظور نعمانی) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''جاہلیتِ خالصہ کے بعد یہ دوسری قسم کی جاہلیت ہے۔ جس میں انسان قدیم ترین زمانے سے آج تک مبتلا ہوتا رہا۔ اور ہمیشہ گھٹیا درجے کی دماغی حالت ہی میں یہ کیفیت رُونما ہوئی ہے۔

انبیائے کرام عَلیھِمُ السَّلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحدِ قہّار کی خدائی کے قائل ہوگئے، وہاں سے خداؤں کی دوسری اَقسام تو رخصت ہوگئیں مگر انبیا، اولیا، صالحین، مجاذیب۔ اَقطاب، اَبدال، عُلما، مشائخ اور ظِلُّ اللّٰہوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی رہی۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنالیا جن کی ساری زندگیاں بندوں کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں صَرف ہوئی تھیں۔

ایک طرف مُشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، علَم، نشان، تعزیے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔

دوسری طرف بغیر کسی ثبوتِ علمی کے ان بزرگوں کی ولادت و وفات، ظہور و غیاب، کرامات و خوارِق، اختیارات و تصرّفات، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقرُّب کی کیفیات کے متعلق ایک پوری میتھالوجی تیار ہوگئی۔ جو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح لگّا کھاسکتی ہے۔

تیسری طرف توسُّل و اِستمدادِ روحانی، اِکتسابِ فیض وغیرہ کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں، ان بزرگوں سے متعلق ہوگئے''۔

(ص ۴۷۔ شاہ ولی اللہ نمبر۔ ماہنامہ الفرقان۔ بریلی۔ ۱۳۵۹ھ۔ بقلم مولانا ابوالاعلی مودودی، بانیِ جماعت اسلامی)

یہ ہے سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے ساتھ ''حُسنِ ظن'' اور ''فکرِ ولی اللّٰہی''، پیش کرنے کا ''روایتی انداز'' جس کا اظہار ''موَحِّدین'' (یعنی فرقۂ وہابیہ) کے مختلف طبقوں کی طرف سے ''مسلمانوں'' کے حق میں کیا جاتا ہے۔ اور اسے ہی ''عینِ توحید'' بھی قرار دیا جاتا ہے۔

اپنے اس مخصوص نظریہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اکابر و اسلافِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی کتابوں میں تحریف و اِلحاق سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ اور ایک طویل عرصہ سے وہ سارے حَربے اور تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں جو کسی طرح بھی ''مزعومہ فلسفۂ توحید'' کو مسلمانوں کے درمیان رائج اور مقبول بناسکیں۔ اس طرح نوبت بایں جا رسید کہ مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجدِّدی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) کے بقول:

''افسوس ہے کہ مولانا اسماعیل کے پیرَوان اِس کام (تحریف و اِلحاق) میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت مجدّدِ الفِ ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی۔ اور دیگر اکابرین کے اَحوال میں خوب خوب تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسماعیل کا ہم نوَا سب کو قرار دیا۔''

(ص ۴۸۔ مقدمۂ اَلقولُ الجَلِی۔ مطبوعہ خانقاہِ کاکوری شریف ضلع لکھنؤ۔ طبعِ اول ۱۹۸۸ء)

''سلسلۂ اسمٰعیلیہ (منسوب بہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی کتابوں میں تحریف و اِلحاق کی چابک دستی دکھانے کی عجیب و غریب کوششیں کی گئی ہیں۔ حالاں کہ:

''آپ اہلِ سُنَّت و جماعت کے مقتدیٰ تھے۔''وہابیہ'' اور ''اصحابِ توحید'' کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔'' ....

اور.................. 'شاہ ولی اللہ کو گروہِ اسمٰعیلیہ، وہابیہ، غیر مقلّد اور اہلِ حدیث نے تحریفات و تزویرات کر کے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا۔''

(ص ۱۸۔ مقدمۂ اَلقولُ الجَلِی۔ بقلم مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدِّدی

دہلوی۔مطبوعہ کاکوری شریف ضلع لکھنؤ ۱۹۸۸ء)

جس کا صاف وصریح اور واضح ثبوت یہ ہے:

''وقت آیا کہ ازسرِنو پیامِ محمدی کی تجدید ہو۔مسجدِ نبوی کے دو طالب علم خاص طور سے اس منصب سے نوازے گئے۔ان میں ایک ہندی نژاد تھا۔دوسرا نجد کا بوریہ نشیں!

آپ سمجھے یہ طالب علم کون تھے؟ محمد بن عبدالوہاب۔ اور ہندی نژاد ولی اللہ بن عبدالرحیم''

(ص ۱۴۰۔شاہ ولی اللہ نمبر۔ماہنامہ الفرقان، بریلی۔۱۳۵۹ھ۔بقلم مولانا مسعود عالم ندوی)

محمد بن عبدالوہاب! نجد کا یہ وہی بادہ نشین ہے جو مولانا حسین احمد مدنی شیخُ الحدیث دارُالعلوم دیوبند کی تحقیق وروایت کے مطابق خیالاتِ باطلہ وعقائدِ فاسدہ رکھتا تھا۔اور:

''زیارتِ رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم وحضوریِ آستانہ شریفہ وملاحظۂ روضۂ مطہّرہ کو یہ طائفہ، بدعت، حرام لکھتا ہے۔ اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے۔ لَاتَشُدُّوا الرِّحَال اِلَّا اِلٰی ثلٰثۃِ مَساجد ''اُن کا مُستدل ہے۔

بعض ان میں سفرِ زیارت کو معاذَ اللّٰہِ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔اگر مسجدِ نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اَقدس نبوی علیہِ الصَّلوٰۃ و السَّلام کو نہیں پڑھتے۔اور نہ اس کی طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔''

(۴۶ و ۴۵۔الشَّھابُ الثَّاقِب۔مطبوعہ دیوبند۔مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی)

جس کی وجہ یہ ہے کہ:

''نجدی اور اس کے اَتباع (متَّبِعین) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ:

انبیاے کرام عَلَیھِمُ السَّلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ اس دنیا میں تھے۔'' (ص ۴۵۔الشَّھابُ الثَّاقِب۔مطبوعہ دیوبند)

''ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات سے بعدِ وفات ہے۔اور اسی وجہ سے توسُّل، دعا میں بعدِ وفات ناجائز کہتے ہیں۔

ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذَ اللّٰہ! نقل کفر کفر نہ باشد۔کہ:

ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہِ السَّلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہے۔ اور ذاتِ فخرِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔''

(۴۷۔ اَلشَّھَابُ الثَّاقِب۔ مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی۔ مطبوعہ دیوبند)

جب کہ حرماں نصیبی وشقاوتِ قلبی کے بَطن سے پھوٹنے والی اس ''وہابی توحید'' کے مقابلہ میں ''اسلامی توحید'' کے یہ ایمان افروز مناظر ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں کہ:

ایک دن مَرْ وَان نے ایک شخص کو قبرِ رسول علیٰ صاحِبہٖ الصَّلوٰۃُ والسَّلام پر اپنے رُخساروں کو رکھے دیکھا۔ تو اس سے کہا کہ: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ ۔ فاِذَا ھُوَاَبُو اَیُّوب ۔ فقال: نَعَمْ! جِئتُ رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّموَ لَمْ آتِ الْحَجرَ۔

سَمِعتُ رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم یقول: لَاتَبْکُوا عَلٰی الدِّینِ اِذا ولّیہ اھلہٗ و لکن ابکُوا علیہِ اِذا ولّیہٗ غیر اھلِہٖ۔ (مُسندامام احمد بن حنبل)

ترجمہ: پھر اس نے دیکھا کہ یہ حضرت ابوایوب (انصاری) ہیں۔ اور انھوں نے اس وقت یہ جواب دیا کہ:

میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: دین پہ اس وقت گریہ نہ کرو جب دین کی باگ ڈور دِین داروں کے ہاتھ میں ہو۔ بلکہ اس وقت گریہ کرو جب دین کی باگ ڈور غیر دین داروں کے ہاتھ میں آجائے۔''

''وھابی مؤحِّدوں'' کے مقابلہ میں ''اسلامی مؤحِّدوں'' کا یہ ایمان افروز واقعہ بھی پڑھتے چلیے کہ بیتُ المقدس کو فتح کرنے کے بعد ایک یہودی عالم، کعب احبار جو حضرت عمر فاروق کے ہاتھ پر مشرّف بہ اسلام ہو چکے تھے، اُن سے عمر فاروق نے فرمایا:

هَلْ لَکَ اَنْ تَسِیْرَ مَعِیَ اِلیٰ الْمَدِینة۔ وَ تَزُوْرَ قَبرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم؟

ترجمہ: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ مدینہ پہنچ کر قبرِ نبوی علیٰ صاحِبِہِ الصَّلوٰۃُ و السَّلام کی زیارت کریں؟''

اور اس کے بعد حضرت کعب اَحبار، فلسطین سے ''شَدِّ رِحال'' (سفر) کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور قبرِ نبوی کی زیارت سے اپنے ایمان کو تازگی بخشی۔

آپ کو معلوم ہے کہ: ابوایوب کون تھے؟

یہ تھے صحابیِ رسول حضرت ابوایوب انصاری۔ جن کو مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف سب سے پہلے حاصل ہوا۔ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہُ و اَرْضَاہُ عَنَّا۔

اور یہ عمر فاروق تھے۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق! جن کے بارے میں نبیِ اکرم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ:

لَوْ کَانَ نَبِیاً بَعدِی لَکَانَ عُمَرُ ۔ میرے بعد اگر کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ و اَرْضَاہُ عَنَّا۔

کیا اِن صحابۂ کرام اور مقبولانِ بارگاہِ خدا و رسول کی ''اسلامی توحید'' کے مقابلہ میں کسی ''وہابی توحید'' کا فروغ اس ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان کسی طرح کوئی آسان کام تھا جس کے چپے چپے پر اولیاے صالحین وصوفیہ ومشائخِ کرام کی جلائی ہوئی ''اسلامی توحید'' کی شمع آج بھی فروزاں ہے؟

اور ہر مردِ مومن کے سینے میں ان اولیاے کرام وصالحین واَبرار کی عقیدتوں کا فانوس آج بھی اپنی پوری تابنا کی کے ساتھ روشن ومنوّر رہے؟

جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لئے اپنی ''مزعومہ توحید'' کی تبلیغ کے لئے ان اولیا و اَبرار کی پیروی و اِتباع واقتدا سے اِنحراف کر کے طریقہ اُن لوگوں کا اختیار کیا گیا جن کے بارے میں قرآنِ حکیم ارشاد فرما رہا ہے:

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَ نَسُوا حَظّاً مِمَّاذُکِّرُوا بِہٖ ۔

(اَلمائدہ: ۱۳)

ترجمہ :اب ان کا حال یہ ہے کہ:اللہ کی باتوں کو اُلٹ پھیر کر
بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔اور جو تعلیم انھیں دی گئی تھی
اس کا بڑا حصہ وہ بھول چکے ہیں۔''

تحریف و اِلحاق کے اس بھیانک جُرم کے اِرتکاب کی نشان دِہی کرتے ہوئے خانوادۂ ولی اللّٰہی کے ایک معزّز فرد حضرت مولانا ظہیر الدین عُرف سید احمد ولی اللّٰہی دہلوی ،جو حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی **عَلَیْھِمُ الرَّحمۃُ و الرّضوان** ،کے نواسہ کے پوتے تھے۔یہ مولانا ظہیر الدین احمد دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک کتاب ''**تاویلُ الْاَحادیث فی رُموزِ قصصِ الْاَنبیاء**'' کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:''بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد،اول گذارش کرتا ہے بیچ خدمت شائقین تصانیفِ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی **رحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہ** وغیرہ کہ:

آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔اور در حقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہ تھیں۔

اور بعض لوگوں نے جو اِن کی تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا۔اور موقع پایا تو تغیر و تبدل کر دیا۔

تو میرے اس کہنے سے یہ غرض ہے کہ:

جو اَب تصانیف ان کی چھپیں تو اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے۔''

(**تاویلُ الاحادیث فی رُموزِ قصصِ الانبیاء**۔مطبع احمدی،دہلی)

اور ''اِلتماس ضروری'' کے عنوان سے ''اَنفاس العارفین''،مطبوعہ مطبع احمدی،دہلی میں کچھ اِلحاقی کتابوں کے نام خود مولانا ظہیر الدین احمد مذکور نے اِس طرح دیئے ہیں:

۱۔**تُحفۃُ الْمُؤحِّدِین** ۔مطبوعہ لاہور۔منسوب بہ طرف حضرت شاہ ولی اللہ۔

۲۔**اَلْبلاَغُ المُبِین** ۔مطبوعہ لاہور۔منسوب بہ طرف حضرت شاہ ولی اللہ۔

۳۔تفسیرِ موضح القرآن۔مطبوعہ خادمُ الاسلام دہلی۔منسوب بہ طرف حضرت شاہ عبدالقادر۔

۴۔ ملفوظات ۔مطبوعہ میرٹھ۔ منسوب بہ طرف شاہ عبدالعزیز۔(اِلتماسِ ضروری۔ مشمولہ اَنفاسُ لعارفین۔ مطبع احمدی، دہلی)

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (متوفی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں:

اور ایسا ہی ایک اور جَعل (یہ غیر مقلّدِ ین) کرتے ہیں کہ:

سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر عُلماے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں۔

چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام اور بعض مسئلے مولوی حیدرعلی کے نام سے **عَلیٰ ھٰذاالْقِیاس** چھپواتے ہیں۔''

(کشفُ الحجاب۔مؤلّفہ مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی)

اس خانوادۂ ولی اللّٰہی کو خصوصیت کے ساتھ نشانۂ تحریف واِلحاق بنانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں اور آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں کا پورے ملک پر زبردست دینی و علمی اثر تھا۔اور یہی ''خانوادۂ عزیزی ولی اللّٰہی''، علمی وفکری اعتبار سے سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کا قافلہ سالار بھی تھا۔ چنانچہ حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی برکاتی مارَہروی، حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی مجدِّدی دہلوی۔ حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی فرزند شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی۔ حضرت علاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی۔ حضرت مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثُمَّ کان پوری ۔حضرت مولانا حیدرعلی فیض آبادی۔ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی۔ حضرت مولانا شاہ ظہورالحق پھلواروی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۲۴۔۱۸۲۳ء) کے مشہور اور نادرۂ روزگار تلامذہ تھے۔

ماضی قریب کے کچھ اہلِ علم اور دانش وروں پر بھی ''فکرِ ولی اللّٰہی'' کا ایک نئے انداز سے غلبہ ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) اس حد تک آگے بڑھ کر لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انھیں کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل ودماغ پیدا ہوگا۔

لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ:

اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفسِ واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس کے کارناموں کے آگے غزالی، رازی، اور ابن رشد کی نکتہ سنجیاں ماند پڑ گئیں۔''

(۸۷۔ جلدِ اول، علمُ الکلام۔ مؤلّفہ شبلی نعمانی۔ مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی)

مولانا سید محمد فاروق القادری (خانقاہِ قادریہ، شاہ آباد۔ گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں۔ پنجاب۔ پاکستان) مترجِم ''انفاس العارفین'' اپنے مقدمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی کی کتابوں کے اندر ہونے والی تحریفات و اِلحاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب کی طرف بعض تصانیف کے غلط اِنتساب کے علاوہ خود ان کی اصل کتابوں میں بعض ایسی عبارات موجود ہیں جن پر ان کے وسیع اندازِ فکر اور معمولات سے مطابقت نہ رکھنے کے سبب اِلحاقات کا شائبہ ہوتا ہے۔

ہمارے اس خدشہ کو مزید تقویت اس سے بھی ملتی ہے کہ شاہ صاحب کی کتابیں باقاعدگی کے ساتھ سب سے پہلے مولانا محمد اَحسَن نانوتوی (ف ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء) نے اپنے مطبع صدیقی، بریلی سے چھاپنا شروع کیں۔ ان کے بعد ان کے رَبیب مولوی عبدالاُحد (ف ۱۹۲۰ء) مالکِ مجتبائی نے یہ کتابیں چھاپیں۔

مولوی محمد اَحسَن نانوتوی، اثرِ ابن عباس اور بعض دوسرے مسائل میں اپنے مخصوص اندازِ فکر کی وجہ سے اس دَور کے مشہور علمی مراکز بدایوں، خیر آباد، بریلی، اور دہلی کے عُلما کے مَسلک سے الگ اور مَعتوب تھے۔ کچھ بعید نہیں کہ شاہ صاحب کی کتابوں میں کہیں کہیں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ کہ اس اَمر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ:

''صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ اِلحاقات بھی ہوئے ہیں۔''

(ص ۲۸۔ مقدمۂ اَنفاس العارفین۔ مکتبہ الفلاح، دیوبند۔ ضلع سہارن پور۔ یوپی)

اِلحاق کی ایک بدترین مثال یہ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی کے نظریات و معمولات کے بالکل برعکس ہے:

کُلُّ مَنْ ذَھَبَ اِلٰی بَلدۃِ اَجمیر اَوْ اِلیٰ قبرِ سالار مَسعود اَو ماضاھاھا ۔ لِاَجلِ حاجۃٍ یَطلُبُھا ۔ فَاِنَّہ اَثِم اِثماً اکبرَ مِنَ القتلِ و

الزِّنا۔ اَلَیْسَ ھُوَ اِلَّامِثل مَنْ کانَ یعبُدُ المَصْنُوعَاتِ اَو مثل مَنْ کانَ یَدْعُواللّاَتَ وَالعُزّٰی؟

(ص۔۴۹۔ج ۲۔تفہیماتِ الٰہیہ۔شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔حیدرآباد،سندھ)

ترجمہ: ہروہ شخص جوکسی حاجت بَرآری کے لئے اجمیر یا سالار مسعود(بہرائچ) کی قبر یاان جیسی کسی دوسری جگہ جائے اس نے ایسا گناہ کیا جوقتل وزنا سے بڑھ کر ہے۔ کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جومخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے۔ یالات وعُزّیٰ کی عبادت کرتا ہے؟''

زیارتِ رسول مقبول کے سلسلے میں طائفۂ وھابیہ کا یہ قبیح وشنیع خیال پڑھ لیں تو آپ بھی بآسانی سمجھ لیں گے کہ یہ اِلحاق کس طائفۂ قبیحہ کی کارستانی ہے۔مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارُالعلوم دیوبند،فرقۂ وہابیہ کے عقائدواَفکار شمار کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''بعض ان میں سفرِ زیارت کومعاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کوپہنچاتے ہیں۔''(ص۴۵۔اَلشِّھَابُ الثَّاقِب۔مؤلّفہ مولانا حسین احمد مدنی۔مطبوعہ دیوبند)

حکیم سیدمحمود احمد برکاتی (کراچی) کی دوکتابیں ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'' اور''شاہ ولی اللہ اوران کے اصحاب'' کے نام سے مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، جامعہ نگر،نئ دہلی سے شائع ہوئی ہیں۔جن میں تحقیق وتفصیل کے ساتھ تحریف واِلحاق کے موضوع پربھی حکیم برکاتی ٹونکی نے بحث کی ہے۔

حکیم صاحب نے مستند حوالہ دے کران کتابوں میں لکھا ہے کہ:

(۱)تحفۃُ المُوَحِّدین (۲)اَلْبلاغُ المُبِین (۳)قولِ سَدِید (۴)اِشارۂ مستمرہ وغیرہ جعلی کتابیں ہیں۔جن میں شاہ ولی اللہ صاحب کے نام پر اپنے نظریات کی تبلیغ کی گئی ہے۔

تحریف کی دومثالیں دیتے ہوئے حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجدّدِی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو(۱۵۰) سال سے رائج ہے۔اورتیس چالیس سال سے ''اصحابِ توحید'' منظّم طریقہ سے ''اِصلاح'' کے نام پراس مذموم فعل کا اِرتکاب

کر رہے ہیں۔

عاجز (ابوالحسن زید) کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر (دہلوی) کا ترجمۂ قرآن مجید، طبع کردہ حکیم غلام نجف، مطبع سلطانی میں ۱۲۶۴ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیّدی الوالد قُدِّسَ سِرُّہٗ کے استعمال میں رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۷۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا۔ اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتہ چلا ہے۔ اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں۔ عاجز ان کو لکھتا ہے:

۱۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

''اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا۔ اور خَلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہو گئے۔''

تحریف کرنے والے نے ''اللہ نے نبی سے دینِ اسلام کو روشن کیا'' کو ''اللہ کے نبی نے دینِ اسلام کو روشن کیا'' کر دیا۔

اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ۔

تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب، بیان کرتی۔''

یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ ﷺ ہی کی مبارک ذات ہے۔ اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

۲۔ سورۂ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے:

''اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد'' ......

مُحرِّف نے لفظ ''دنیا میں'' نکال دیا ہے اور لکھا ہے:

''اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد''۔

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ: یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے کے لئے کی گئی ہے۔

افسوس ہے اس ''مُصلح'' نے ''پھیر لاوے گا'' پر غور نہ کیا۔ جہاں سے جانا ہوتا ہے، لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔

اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹۔ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ کو حذف کر دے۔ کیوں کہ اس میں حضرت عُزیر علیہِ السَّلام کا پورے ایک سو سال (۱۰۰) بعد اسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(ص ۱۰۔۹۔ مقدمۂ اَلقَولُ الجَلِی۔ بقلم شاہ ابوالحسن زید۔ مطبوعہ خانقاہ کاکوری شریف ضلع لکھنؤ۔ ۱۹۸۸ء)

یہ تحریف و اِلحاق کے ''قدیم نمونے'' ہیں۔ اب دو ایک ''جدید نمونے'' بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

اَلقَولُ الجَلِی کے مترجم مولانا حافظ تقی انور علوی کاکوروی ''عرضِ مترجم'' کے عنوان سے اپنی تحقیق وتأثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''اَلقَولُ الجَلِی کے اَقوال ''قولِ فیصل'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ایک کسوٹی ہیں جس سے حضرت اَقدس (شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی) کے صحیح اور واقعی نظریات کا سُراغ ملتا ہے۔ اسی ملفوظ کی روشنی میں حضرت کی تعلیمات اور عَملی زندگی کا صحیح نقشہ اور ہُو بَہُو تصویر سامنے آتی ہے۔ بعض محقّقین کی تحقیق ہے کہ:

حضرت اَقدس (شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی) کی وفات یا شاہ عبدالعزیز کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض تصانیف کو اہلِ حدیث وفرقۂ وھابیہ نے اپنے قبضہ وتصرُّف میں لے کر تحریف و اِلحاق کا کام بڑے زور وشور سے اور بڑے منظّم طریقے سے کیا۔

بلکہ بعض کتابیں اس تنظیم (وھابیہ) کے اراکین نے خود لکھ کر حضرت اَقدس سے منسوب کر کے شائع کر دیں۔ (جن کی اِشاعت آج بھی ہو رہی ہے)

اس منظّم گروہ کے لئے اَلقَولُ الجَلِی کا وجود یقیناً مضرَّت رساں ہوتا، اسی لئے اَلقولُ الجَلِی کو بہت منظّم طور پر تلاش کر کے جہاں جہاں ہوگی، ضائع کر دیا گیا۔

یہ ایسا ملفوظ ہے جس کو مطالعہ میں رکھنے کی خود حضرت اَقدس نے اپنے مُسترَشِدین کو تلقین فرمائی ہے۔''

(ص ۶۲۔ عرضِ مترجم بقلم حافظ تقی انور علوی کاکوروی۔ اَلقَولُ الجَلِی مطبوعہ

کاکوری ضلع لکھنؤ ۱۹۸۸ء)

"اَلقولُ الجَلِی" پڑھنے سے معلوم ہوا کہ:

حضرت (شاہ ولی اللہ) کے بعض دیگر خُلفا نے بھی آپ کے ملفوفات وحالات لکھے ہیں۔

غالبًا اُن کو اسی تنظیم (فرقۂ وہابیہ) کی نظر لگ گئی کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔

ایک معتبر مگر ناقص نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ (بہار) میں ہے۔ (جو ماضی قریب میں انجمن ترقیِ اردو، دہلی سے وہاں منتقل ہوا ہے۔) مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی اس فرقہ (وہابیہ) کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں بھی حضرت کے حالات، معمولات، حقائق ومعارف، کشف وکرامات کا بیشتر حصہ ضائع کر کے اس کو ناقص کر دیا گیا۔"

(ص ۶۵۔ عرضِ مترجِم۔ اَلقولُ الجَلِی)

(حاشیہ۔ "رسالہ "معارف" اعظم گڑھ نے ستمبر ۱۹۸۷ء میں اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی حاصل کر لی ہے۔ اس میں اور کتب خانہ انوریہ، کاکوری کے مخطوطہ میں سَرِ مُو فرق نہیں ہے۔"

جو دونوں کے مستند ہونے کی بَیِّن دلیل ہے۔ تقی انور۔ حاشیہ ص ۶۵۔ عرضِ مترجم۔ اَلقولُ الجَلِی)

حضرت اَقدس (شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی) کے اَقوال واَفعال واَحوال پڑھ کر ہر صاف ذہن پر واضح وروشن ہو جانا چاہیے کہ:

حضرت کی طرف تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ میں جو وھابیانہ عقائد منسوب والحاق کیے گئے ہیں جن کی آج تشہیر کی جارہی ہے، حضرت اَقدس پر محض اِفترا و بہتان ہے۔" (ص ۶۶۔ عرضِ مترجم۔ اَلقولُ الجَلِی)

مولانا تقی انور علوی کاکوروی مزید لکھتے ہیں:

"(پروفیسر خلیق احمد نظامی نے) "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" میں جس جگہ اَلقولُ الجَلِی کے اقتباسات دیئے ہیں۔ یہ بھی خود اعتمادی سے تحریر فرمایا ہے کہ "کتاب (اَلقولُ الجَلِی) کو اَیڈیٹ کر کے پیش کیا جائے گا۔"

حضرت اَقدس کے منجملہ دیگر فیوض نیز اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی مُدَّظِلُّہٗ کی دعا کی قبولیت (ان کا مقدمہ ملاحظہ ہو) سمجھتا ہوں کہ کتاب خلیق احمد صاحب کے ہَتّھے نہیں چڑھی۔ ورنہ خدا معلوم تحریفات وحذف والحاق کی کیا کیا کرشمہ سازیاں، غیر مقلِّدین وہابیین سے فوائد (داد و تحسین وغیرہ وغیرہ) حاصل کرنے کے لئے منصۂ شہود پر آتیں۔

تحریف کی ادنیٰ مثال اسی ''سیاسی مکتوبات''طبعِ دوم صفحہ ۳۰ سطر ۶ پر ملاحظہ فرمائیے:

''اکنوں معائنہ نمودہ می آید کہ'' (اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ) یعنی کیا؟

اس تحریف سے تو جملہ ہی مُہمل و بے معنیٰ ہوگیا۔

پورا جُملہ پڑھیے:

''اکنوں معائنہ نمودہ می آید کہ بر شہرِ کہنہ مِرّیخ، نظر بہ تَحدِیق می دارَد''

اب دکھائی دے رہا ہے کہ قدیم شہر (دہلی) پر مِرّیخ گہری نظر ڈالے ہوئے ہے۔''

جس سے قدیم دہلی کی تباہی کا حضرت کو یقین ہوگیا۔ اور پھر ایسا ہی واقع بھی ہوا۔''

(ص ۶۴۔ عرضِ مترجم۔ اَلْقَولُ الجَلِی۔ خانقاہ کاکوری شریف ضلع لکھنو۔ ۱۹۸۸ء)

حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجدِّدی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) سے راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے براہِ راست یہ دو باتیں سنی ہیں:

ا۔ مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی (پروفیسر خلیق احمد نظامی کے ماموں) نے مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں ایک جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ ''میں اپنے پیر کے عرس میں شرکت کے لئے سرہند سے دہلی پہنچا۔''

اور مفتی صاحب موصوف نے اس کا ترجمہ کیا ہے ''میں سرہند سے دہلی پہنچا۔''

مفتی صاحب ایک بار ملاقات کے لئے میرے پاس (خانقاہِ شاہ ابوالخیر۔ چتلی قبر، دہلی) آئے تو میں نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

آپ کا یہ ترجمہ کہ ''میں سرہند سے دہلی پہنچا'' یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو تحریف ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''میں اپنے پیر کے عرس میں شرکت کے لئے سرہند سے دہلی پہنچا۔''

جس کا جواب مفتی صاحب نے یہ کہہ کر دیا کہ ''چھوڑیئے! اَب اِن باتوں میں کیا رکھا ہے؟

۲۔ مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی نے ''اَلْقَولُ الجَلِی'' کی طباعت رُکوانے کی کوشش کی۔ اوراس سلسلہ میں ایک خط بھی لکھا ہے۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے کہ:

''میری اور مولانا ابوالحسن علی ندوی و مولانا منظور احمد نعمانی کی رائے ہے کہ اَلْقَولُ الجَلِی کا نہ چھپنا ہی اُمَّت کے حق میں بہتر ہے۔'' (مفہومِ روایت)

میں نے یہ خط خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس یہ خط اب بھی موجود ہے۔'' (ختم شد ملفوظاتِ شاہ ابوالحسن زید دہلوی)

مفتی نسیم احمد فریدی اَمروہوی (متوفی ۵ /ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کے تعارف میں آپ کے بھتیجے پروفیسر نثار احمد فاروقی (دہلی یونیورسٹی) لکھتے ہیں کہ:

''۱۳۷۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں دارُالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی۔ اسی زمانے میں مدرسہ اشفاقیہ، بریلی میں ایک استاذ کی جگہ خالی ہوئی۔ مولانا محمد منظور نعمانی (متوفی ۲۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ/ ۴/مئی ۱۹۹۷ء) مولانا فریدی سے پہلے سے واقف تھے۔ انھیں بریلی طلب کرلیا۔ اس وقت رسالہ ''الفرقان'' بریلی سے شائع ہوتا تھا اور اس کا ''شاہ ولی اللہ نمبر'' زیر ترتیب تھا۔ اس کام میں مولانا فریدی نے بھرپور تعاون کیا۔ اور مولانا نعمانی سے ان کے مخلصانہ تعلقات آخر دَم تک قائم رہے۔'' (ص ۴۳۔ بقلم نثار احمد فاروقی۔ در ''نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی''۔ جلدِ اول مرتَّبہ مفتی نسیم احمد فریدی۔ مطبوعہ ''شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔ پھلَت ضلع۔ مظفرنگر۔ یوپی)

''مولانا فریدی، عقائد اور مسلک کے اعتبار سے عُلمائے دیوبند کے پَیرو تھے۔'' (ص ۴۵۔ حوالۂ مذکورہ)

اَلْقَولُ الجَلِی کے مترجِم مولانا تقی انور علوی کاکوروی کی یہ روایت بھی محققین و مؤرخین کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے:

''لکھنؤ سے اسی تنظیم (وھابیہ) سے متعلق ایک مولانا نے اَلْقَولُ الجَلِی کے دو ایک

اِقتباسات سن کر کہا کہ: ''حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی ہے اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔'' مجھے ان کے اس ذہن وفکر پر افسوس ہوا۔''

(ص ٦٧۔عرضِ مترجم۔ اَلْقَولُ الجَلِی)

میرے (یٰسٓ اختر مصباحی) خیال میں یہ مولانا ہیں: سید ابوالحسن علی ندوی! جو درگاہ کاکوری شریف میں حاضری بھی دیتے رہے ہیں۔اور یہی مولانا علی میاں ندوی۔اَلْقَولُ الجَلِی ملاحظہ فرمانے خود کاکوری شریف پہنچے تھے۔

درگاہ شاہ ابوالخیر چتلی قبر، دہلی کی ایک حاضری وملاقات میں حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدّدی دہلوی نے اس کا ذِکر خود مجھ سے کیا اور بہ صراحت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نام لیا۔ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: ''مولانا منظور احمد نعمانی بھی اس سلسلہ میں مولانا ابوالحسن ندوی کے ہم خیال تھے۔یہ دونوں حضرات بالکل نہیں چاہتے تھے کہ اَلْقَولُ الجَلِی منظرِ عام پر آئے۔'' (ملفوظ ختم شد)

تحریف واِلحاق کی مسلسل کوششوں اور صحیح ومستند اور ثابت شدہ ''فکرِ ولی اللّٰہی'' کے خلاف پُر فریب پروپیگنڈہ کے باوجود ''مؤحّدین'' کو ''فکرِ وھابی'' کی تشہیری مُہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔جیسا کہ پروفیسر محمد سرور جامعی کی زبانی مولانا عُبید اللہ سندھی (متوفی اگست ۱۹۴۴ء) کے اس خیال سے پوری صورتِ حال واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے:

''مولانا سندھی کہا کرتے تھے کہ:

گذشتہ صدیوں میں عوامی اور قومی تحریکیں اکثر وبیشتر مذہبی اُٹھان اور بیداری کا نتیجہ تھیں۔لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھیں، ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور وہ عملاً عوامی وقومی بن گئیں۔

لیکن تحریکِ ولی اللّٰہی میں اس تاریخی اِنحراف کے بعد جو موڑ آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی ، بجائے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنتی ، وہ ایک علیٰحدگی پسند فرقہ پرستانہ تحریک بنتی گئی۔

سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا یہ حشر تو ہُوا ہی ، اس کا رَدِّعمل اس تحریک کے دوسرے حصے، تحریکِ دیوبند پر بھی ہوا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس برِ اعظم کے مسلمان عوام کی غالب اکثریت ''بریلوی''

ہے، جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی۔

''اس نوع کی اِحیا پسندانہ مذہبی تحریکیں اگر قومی اور عوامی خطوط پر نہ چلیں تو لازماً وہ علیحدگی پسندانہ وفرقہ پرستانہ تحریکیں بن کر رہ جاتی ہیں۔''

(ص ۳۴۹۔ اِفادات و ملفوظاتِ مولانا عُبید اللہ سندھی۔از پروفیسر محمد سرور جامعی۔ سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور)

تحریف و اِلحاق کے مذکورہ کرشمے، ظاہر ہے کہ نام نہاد فرقہ ''موَحِّدین'' ہی کی طرف سے رُونما ہوئے ہیں۔ کیوں کہ ''فکرِ ولی اللّٰہی'' میں ''اِصلاح'' کی اب تک جو کوششیں ہوئی ہیں وہ ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت'' کی اَقدار و روایات کے خلاف اور ''اصحابِ توحید'' (یعنی وھابیہ) کے طریقہ ورَوِش وفکرومزاج کے عین مطابق ہیں۔اور ہمارے اس خیال کی تائید کے لئے پیش کردہ حقائق اتنے کافی ہیں کہ اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی زیرِ نظر تحریر میں اب کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

آخر میں نام نہاد ''اصحابِ توحید'' سے اب ہماری گذارش ہے کہ ''تُحفةُ الْمُؤحِّدِین'' اور ''اَلْبَلاَغُ الْمُبِین''، جیسی فرضی اور جَعلی کتابیں شائع کر کے مِلَّتِ اسلامیۂ ہند کو مزید اضطراب و بے چینی کا شکار بنانے کی کوشش نہ فرمائیں۔ کیوں کہ ''فکرِ ولی اللّٰہی'' کے نام پر ''فکرِ وہابی'' کی تبلیغ واشاعت کا کاروبار اَب زیادہ دنوں تک چلنے والا نہیں ہے۔اور ان کے حق میں یہ گھاٹے کا سودا ثابت ہوگا۔

ہجومِ افکار سے کچھ فرصت ملی تو مستقبل قریب میں ''فُیُوضُ الحَرَمین''

''اَلدُّرُّ الثَّمِین'' اَنْفَاسُ العارِفین''، ''اَلْقَولُ الجَلِی''وغیرہ پر اِنْ شَاءَ اللّٰه الگ الگ تفصیل کے ساتھ کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا تاکہ پوری صراحت ووضاحت کے ساتھ اربابِ فکرودانش اور سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کو یہ معلوم ہو جائے کہ ''فکرِ ولی اللّٰہی'' کے ''صحیح خدوخال'' کیا ہیں؟

وَ بِاللّٰہِ التَّوفیق۔وھُوَالْمُسْتَعانُ وعَلَیہِ التُّکلان

''سَوادِاعظم کانفرنس'' کاصدارتی خطاب

خطاب: **مولانا یٰسٓ اختر مصباحی**

ترتیب: **محمد ارشاد عالم نعمانیمصباحی**

شاہ سبطین رضا قادری ایوبی،سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ اَیُّوبیہ ۔پِپراکنک - ضلع کوشی نگر -مشرقی اترپردیش،اکثردارُالقلم،ذاکر نگر،نئی دہلی تشریف لاتے رہتے ہیں -انھوں نے کئی مرتبہ حضرت مولانا یٰسٓ اخترمصباحی بانی وصدردارُالقلم دہلی کواپنے یہاں اپنے والدِمرحوم ، حضرت مولانا محمدایوب شریف القادری رحمۃُاللّٰہ علیہ کے عُرس میں شرکت کی دعوت دی -اپنی کثیر مصروفیات کی وجہ سے حضرت مصباحی صاحب معذرت کرتے رہے -ایک بارجب شاہ سبطین رضا نے بہت اِصرار کیاتوآپ نے اس شرط کے ساتھ دعوت قبول کی کہ آپ عرس کے موقع پر''سَوادِاعظم کانفرنس''کریں -جس سے صرف اہلِ علم خطاب کریں -موضوع پرہی ان کی تقریر ہواوروقت کی پابندی کے ساتھ اِس کانفرنس کاآغاز واِختتام ہو-

شاہ سبطین رضاقادری ایوبی نے وعدہ کیاکہ آپ کے حکم وھدایت کے مطابق ہی اِنْ شاءَ اللّٰہ یہ کانفرنس ہوگی-

چنانچہمؤرخہ 3/ جُمادیٰ الاوّلیٰ 1433ھ مطابق 27 /مارچ 2012ء (شبِ سہ شنبہ) ''سَوادِ اعظم کانفرنس'' زیرِصدارت حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی مُدَّظِلّہٗ العالی بانی و صدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی اور زیرِ اِہتمام قاری سبطین رضا قادری ایوبی، سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ ایوبیہ و صدر تحریکِ جماعتِ اہلِ سُنّت ،نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی-جس میں حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدرُ المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور و حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی (صدرُ المدرسین دارالعلوم علیمیہ،جمداشاہی، ضلع بستی، یوپی)نے اپنے پُرمغز خطابات سے سامعین کو نوازا-اس کانفرنس کی نظامت مولانامحمد ظفرالدین برکاتی مصباحی نے کی -

ذیل میں حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی دَامَ ظِلُّہ' کا صدارتی خطاب جو اس کانفرنس کی تاریخی اہمیت اور ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت'' کے تعارف پر مشتمل ہے، اس کے کچھ اہم حصے اِفادۂ عام کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔(ارشاد عالم نعمانی مصباحی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلاکَ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیّاً وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلیٰ آلِہٖ واصحابِہٖ اجمعین۔ اَمَّابَعْد! اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم۔

محترم سامعین! ''سَوادِ اعظم'' کے نام سے اس تاریخی کانفرنس کے انعقاد پر ہم سب سے پہلے قاری سبطین رضا قادری ایوبی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس اہم موضوع پر کانفرنس کا انعقاد کر کے جماعتِ اہلِ سُنَّت، سوادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے تعارف وتشہیر کے لئے نہایت تاریخی اور مفید قدم اُٹھایا ہے۔ آپ کی اس سرزمین پر ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت'' کے موضوع پر منعقد ہونے والی اِس ''سَوادِ اعظم کانفرنس'' کے اثرات اِنْ شاءَ اللّٰہ وسیع اور ہمہ گیر سطح پر ہوں گے اور اس نام سے ملک کے دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں منعقد ہوں گی۔ یہ آپ کے لیے بہت ہی اعزاز وافتخار کی بات ہے۔

''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت'' یہ ہمارا نام ہے جو الفاظِ حدیث سے مُستنبط اور ماخوذ ہے۔ ایک حدیث مبارک جسے آپ اس سے پہلے سن چکے ہیں۔ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہ' مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ۔سَوادِ اعظم کی اِقتدا و اتباع کرو، کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

''سَوادِ اعظم'' کا لفظ سن کر بہت سے لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ''سَوادِ اعظم'' کا مطلب کیا ہے؟ معنی کیا ہے؟ مفہوم کیا ہے؟

''سَوادِ اعظم'' کہتے ہیں، بڑی جماعت کو، جمہور اُمَّت کو۔ سَوادِ اعظم کا یہ لفظ، حدیثِ رسول سے ماخوذ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیّٖن ۔تمھارے اوپر لازم ہے کہ

میری سُنَّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفا کی سُنَّت کی پیروی کرو، ان کے ساتھ وابستہ رہو۔

اس حدیثِ رسول کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اہلِ سُنَّت کہتے ہیں۔ گویا یہ سَوَادِ اعظم اور یہ اہلِ سُنَّت دونوں ''سُنّی'' نام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃ۔ اور دوسری حدیث ہے: **یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃ۔**

اِن احادیث میں جماعت کے ساتھ رہنے کی تاکید و ہدایت اور جماعت کے لئے نُصرتِ الٰہی کی بشارت ہے۔ اس طرح پورا نام ہوا ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت۔''

اہلِ سُنَّت و جماعت کون ہیں؟ سَوَادِ اعظم کون ہیں؟ ایک حدیث ہے جس میں رسولِ پاک **صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّم** نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''یہ اُمَّت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ **کُلُّھَا فِی النَّار**' سارے فرقے جہنم میں ہوں گے سِوائے مِلَّتِ واحدہ کے، ایک مِلَّت کے۔

سوال کیا گیا حضور اکرم **صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم** سے کہ وہ مِلَّت کون سی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: **مَااَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی۔** جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس پر گامزن رہنے والے ہی جنتی ہیں۔

دعویٰ ہر فرقہ کا ہے کہ ''**مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی**'' کا مصداق ہم ہیں۔ سَوَادِ اعظم ہم ہیں۔ اہلِ سُنَّت ہم ہیں۔ اس کا پتہ کیسے چلے؟

سَوَادِ اعظم صحیح معنی میں کون ہیں؟ اہل سُنَّت کون ہیں؟ اس سلسلے میں اہل سُنَّت کے نہایت عظیمُ المرتبت محدّث حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے **اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات** شرحِ مشکوٰۃ میں۔ اور انھوں نے فرمایا ہے کہ:

اس سے پہلے کی جتنی بھی اہم کتابیں (تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ کی) ہیں، اِکٹھا کرلی جائیں اور ان کی روشنی میں تحقیق کر کے نتیجہ نکالا جائے تو یہ اہلِ سُنَّت ہی سَوَادِ اعظم ہیں۔ اور یہی ''**مَااَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی**'' کا مصداق ہیں۔ تفسیر وحدیث اور فقہ وکلام کی صدیوں قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہے۔

اَلْحمدُ لِلّٰہ! کل بھی ہم سَوَادِ اعظم تھے اور آج بھی سَوَادِ اعظم ہیں۔ یہاں تک کہ جب

شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تقریروں اور تحریروں کے نتیجے میں ہندوستان کے اندر ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑی، فرقۂ وہابیہ کی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں، اُس وقت بھی جامع مسجد دہلی کے اندر جو مباحثہ اور مناظرہ ہوا اُس کی روداد بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے ''آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی''۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے جسے مرتَّب کیا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے یہ کہا ہے کہ: شاہ اسمٰعیل دہلوی سے یہ مباحثہ جو ہوا اس میں سارے عُلمائے دہلی ایک طرف تھے اور شاہ اسمٰعیل دہلوی اوران کے ماننے والے ایک مولوی عبدالحئی (بڈھانوی) دوسری طرف۔

اور ابوالکلام آزاد کے بقول: شاہ منوَّرالدین دہلوی شاگردِ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اس مناظرہ کے انعقاد کے سلسلے میں اور شاہ اسمٰعیل کے تعاقب میں پیش پیش تھے۔

مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی و مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی فرزندانِ شاہ رفیع الدین دہلوی، فرزندِ شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی، وعلاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی و مولانا رشید الدین خاں دہلوی تلامذۂ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اور دیگر عُلما و مشائخِ سَوادِاعظم اہل سُنَّت نے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی اوران کے ہم خیال مولوی عبدالحئی بڈھانوی کو مباحثۂ جامع مسجد دہلی (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) میں بالکل عاجز و ساکت ولاجواب کردیا۔

گویا ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں بھی سَوادِاعظم، اہلِ سُنَّت و جماعت ہی تھے۔ اوراس سے جو الگ ہوئے اُن میں قابلِ ذکر جو جامع مسجد کے مباحثہ میں نام تھا وہ صرف دو تھے۔ اوران دونوں کے بالمقابل سارے کے سارے عُلما و مشائخِ کرام، سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت و جماعت تھے۔

یہ ہندوستان کے ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کی بات ہے۔ اور ہندوستان کے اندر سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے نمائندہ وہ عُلما و مشائخِ کرام بھی ہیں، مختلف صدیوں اور اَدوار کے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام کی نشرواشاعت صوفیہ و مشائخِ کرام کے ذریعہ زیادہ ہوئی۔ جن میں یہ حضرات نمایاں ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، حضرت محبوبِ الٰہی نظام

الدین اولیاد ہلوی، حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحیٰ منیری اور اس طرح کے اکابر صوفیہ و مشائخِ کرام ۔ یہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے پیشوااور رہنماوقائد وسالار تھے۔اور دُنیا جانتی ہے کہ یہ سارے کے سارے صوفیہ و مشائخ سُنّی تھے۔اور سُنّی ہونے کے ساتھ حنفی بھی تھے۔

لوگ آج کل بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اتحادِ اُمّت کی اور اتحاد بینَ المسلمین کی۔مَیں ان سے کہتا ہوں کہ: یہ شخصیات جن کے ذریعہ ہندوستان کے اندر اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے مذہب و مسلک پر سب لوگ آ جائیں تو خود بخود ساری اُمّت کا اتحاد ہو جائے گا۔اس کے لئے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

یہ تو ماضی کی بات ہے۔ابھی حجازِ مقدس کی بات چل رہی تھی۔۱۹۸۲،۸۳ء کی بات ہے۔ میں مسجدِ نبوی شریف (مدینہ طیبہ) سے عصر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا۔ باہر بابِ مجیدی کی طرف جا رہا تھا۔حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی رَحمةُ اللّٰہِ عَلیہ کے دولت کدے کی طرف۔جن سے نجدی قاضی سے مباحثہ کی ایک بات حضرت علاّمہ (محمد احمد اعظمی مصباحی) مصباحی نے بیان کی۔ میں انھیں کے گھر جا رہا تھا۔راستے میں ایک ہندوستانی ندوی اصلاحی مل گیا، جو مجھے ہندوستان ہی سے جانتا تھا۔اس نے مجھ سے کہا کہ: یہاں تو سب آپ ہی کے لوگ نظر آتے ہیں۔''

وہ مدینہ یونیورسٹی میں لکچرر تھا اور کئی سال سے مدینہ طیبہ میں مُقیم رہا تھا۔اس نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ: یہاں تو آپ ہی کے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔''

''آپ ہی کے لوگ'' کا مطلب یہ ہے کہ سُنّی زیادہ نظر آتے ہیں۔

تو میں نے اُس سے کہا کہ: یہاں ہمارے لوگ نہیں تو کیا تمھارے لوگ نظر آئیں گے؟

تو یہ مدینہ طیبہ کا حال اُس زمانے (۱۹۸۲،۸۳ء) میں بھی تھا۔اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں سب کے سب یا اکثر وہابی ہی ہیں۔ایسا معاملہ نہیں۔سعودیہ کے دو حصے اور دو علاقے اور دو خطے ہیں۔ایک کا نام ہے نجد اور ایک کا نام ہے حجاز۔ یوپی اور بہار سمجھ لیجیے۔ نجدی حصے (ریاض، ظہران، دَمّام، عَسِیر، اَحسا وغیرہ) میں وہابی رہتے ہیں۔حجاز کا حصہ جس

میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدّہ اور طائف ہیں۔ یہاں کی قدیم آبادی پہلے بھی سُنّی تھی اور آج بھی سُنّی ہی ہے۔

صرف حکومتی عہدوں اور مناصب پر نجدیوں کے منتخب افسر اور مساجد میں ان کے مقرّر امام ومؤذّن ہوتے ہیں۔ اس لئے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہی زیادہ ہیں۔

حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جو اصلی حجازی ہیں وہ پہلے بھی سُنّی تھے اور آج بھی سُنّی ہیں۔

اور ابھی حضرت شیخ محمد بن علوی مالکی جن کا ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا ہے، حَرمین طیبین کے جلیلُ القدر خاندانی محدِّث و عالمِ دین و شیخِ طریقت تھے۔ انھوں نے سارے نجدی شیوخ کو چیلنج کیا تھا کہ: جو مجھ سے بحث کرنا چاہے، بحث کرلے۔

لیکن کوئی ان کے سامنے نہیں آیا۔ اور ان کا ادب واحترام اتنا زیادہ تھا کہ خود سعودی حکومت بھی ان کی طرف آنکھ اُٹھانے اور ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت و ہمت نہیں کرسکتی تھی۔ تو یہ ماضی قریب اور آج کا حال ہے حجازِ مقدس کا۔

وہاں پر صرف حکومتی سطح پر قبضہ ہے نجدیوں کا، عوامی سطح پر آج بھی سینکڑوں، ہزاروں گھروں میں میلاد شریف ہوتا ہے اور مَیں خود مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ سے لے کر ریاض تک بہت سی محافلِ میلاد میں شرکت کرچکا ہوں۔

آج کی یہ ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' جو در حقیقت ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کانفرنس '' ہے۔ یہ پیغام دینے کے لئے منعقد ہوئی ہے کہ جو قدیم سَوَادِ اعظم ہے، جو قدیم اہلِ سُنَّت ہیں، ان کی راہ پر سب لوگ آجائیں۔ یہ بعد کے جو نو زائیدہ مسالک اور مسائل ہیں ۔ یہ خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ ان کا کوئی وجود ہی کہیں باقی نہیں رہ جائے گا۔

اہلِ سُنَّت وعُلمائے اہلِ سُنَّت کے تعلق سے اپنی لاعلمی بلکہ عناد ومخاصمت کی وجہ سے مُعانِدِین ومُخالفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پروان چڑھایا۔''

ان ناواقفوں یا مخالفوں کو معلوم نہیں کہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل در نقل لوگوں تک پہنچتی رہی) منظرِ عام پر آئی تو سب سے پہلا اس کا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی کے شاگرد رشید حضرت علاَّمہ فضلِ حق خیر آبادی نے دیا۔ اور ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف عُلمائے اہلِ سُنّت نے جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ:

اس سُنّی وہابی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی میں نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالمِ دین) تھا، نہ بریلی کا۔ (امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی پر ''مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا اِلزام'' نہایت لغو اور باطل ہے جس کی تردید وتغلیط کے لئے اس حقیقت کا اظہار کافی ہے کہ بتّیس (۳۲) سال بعد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا کی ولادت ہوئی۔ بلکہ خود آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی بھی اس مناظرہ (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے چھ (٦) سال بعد ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی)

بدایوں و بریلی میں متعدد جلیلُ القدر عُلما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی و علمی خدمات ہیں ۔لیکن اس تعلق سے جامع مسجد دہلی میں جو کچھ ہوا اُس میں صرف عُلمائے دہلی شریک تھے اور انھوں نے ان نئے (وہابی) خیالات کا رَدّ و اِبطال کیا۔

دوسرا تاریخی مناظرہ ''براہینِ قاطعہ'' مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری و مصدَّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی ایک توہین آمیز عبارت کے خلاف ہوا۔

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) کے اندر ہونے والے اس مناظرہ میں ایک طرف سُنّی عُلمائے پنجاب تھے اور دوسری طرف دیوبندی عُلمائے سہارنپور۔ بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم اس سُنّی دیوبندی مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھا۔

عُلمائے پنجاب کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری اور عُلمائے سہارن پور کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری مناظر تھے۔ مناظرۂ بھاوں پور، پنجاب کی

تفصیلی روداد "تَقدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوھِینِ الرَّشیدِ والْخلیل "مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، پاک وہند سے شائع ہوچکی ہے۔

اہلِ سُنَّت کے درمیان مختلف اَدوار میں مختلف شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں اور انھوں نے اپنے اپنے طور پر نمایاں دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ اِدھر آخری دَور میں سب سے نمایاں اور ممتاز خدمات، فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہِ الرَّحمۃُ و الرِّضوان کی ہیں۔ جن کی خدمات کے بارے میں آپ بہت کچھ پڑھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں۔

ہندوستان کے اندر ہماری جو شخصیات ہیں اور ہمارے جو نظریات ہیں وہ تسلسل کے ساتھ ہیں اور ان کا تسلسل، ہماری شخصیات کا، قدیم دینی و روحانی مراکز کے ساتھ خانوادۂ ولی اللّٰہی دہلی و خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ اور بدایوں، پھر بریلی، ان سب دینی و علمی مراکز کے عُلما و مشائخ کے ذریعہ ہماری شخصیات کا تسلسل ہے۔ اور ہمارے نظریات کا تسلسل، اور ہمارے جو عقائد اور معمولات ہیں وہ سب مشہور و معروف ہیں۔ انھیں ذِکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سَوادِ اعظم سے الگ ہٹ کر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں جو عُلما سامنے آئے اور جو نظریات سامنے آئے وہ بالکل نوزائیدہ ہیں۔ سَوادِ اعظم سے بالکل الگ ہٹ کر ہیں۔ تو وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ ہم کسی سے جدا نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی اصل سے، اپنی جڑ سے، اپنے وجود سے وابستہ، ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ اور ہندوستان سے لے کر حَرمین طیبین تک ہمارا تسلسل شخصیاتی بھی اور نظریاتی بھی ہر طرح سے قائم اور باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اِن نظریات کو، اپنی اِن شخصیات کو تسلسل کے ساتھ جانیں بھی اور ان کا ذِکر و بیان بھی کریں۔

اپنے اکابر و اسلاف کو جاننا، ان کی خدمات کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اور قومی فریضہ ہے۔ اور جس طرح سے کوئی سعید اور صالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے باپ دادا کا ذکر کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور تعریف سننے پر خوش ہوتا ہے، ہم کو بھی اسی طرح سے بلکہ اس سے زیادہ اپنے اسلاف کا اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات و افراد ہیں، حسبِ

ضرورت واہمیت و اِفادیت سب کا ذِکر و بیان کرنا چاہیے تا کہ نئی نسل ان سب سے واقف ہو۔اور یہ وراثت نسل در نسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی نام جب نئی نسل کے سامنے آئے تو یہ نوجوان پوچھیں کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ جیسا کہ ''سَوَادِ اعظم'' کا لفظ جب پہلی مرتبہ یہاں آپ کے سامنے آیا تو آپ چونک گئے کہ ''سَوَادِ اعظم'' کیا چیز ہے؟ اوراس کا کیا مطلب ہے؟ کیا مفہوم ہے؟ تو یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ شخصیات کو، نظریات کو بار بار ذِکر کرنا چاہیے، ان کا تعارف وتذکرہ کرنا اور کرانا چاہیے اوران سے وابستہ رہ کرآگے کا جو کام ہے دینی، علمی وہ کرتے رہنا چاہیے۔

آج مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' سے بانیِ خانقاہِ اور بانیِ ادارہ حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب علیہِ الرَّحمۃُ و الرِّضوان کی روح یقیناً خوش ہورہی ہوگی کہ میرے لڑکوں نے، میرے اہلِ خانہ نے، میرے مُریدین، مخلصین، متوسلین اور محبین نے میرے چھوڑے ہوئے کام اور مشن کو آگے بڑھایا اوراسے ترقی دی۔

یہ ان کے لئے ایک بے حد روحانی مسرت کی بات ہوگی اور وہ اپنی قبر میں یقیناً خوش ہوں گے۔اس طرح کا کام یہاں کے جو متعلقین و منتظمین ہیں ان کو آئندہ بھی کرتے رہنا چاہیے تا کہ ان کا دینی و علمی فریضہ ادا ہوتا رہے اوران کے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہوتی رہیں۔وَمَاعَلَیْنَا اِلَّا الْبَلاغ۔

سَوادِاعظم واِمام اعظم سمینار وکانفرنس

خانقاہ قادریہ ایُّوبیہ موضع پِپرا کنک ضلع کوشی نگر، مشرقی اتر پردیش کے زیراہتمام، مفکّر اہلِ سُنَّت حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی دَامَ ظِلُّہٗ کی تحریک وقیادت اور رہنمائی وسرپرستی میں اہلِ سُنَّت وجماعت کی فکری، تحریکی اور تنظیمی شعور کی بیداری کے لئے مسلسل تین سالوں سے وسیع پیمانے پر تاریخ ساز اِجلاس، کانفرنس اور سیمینار کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے۔ جسے ملک گیر سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کے لئے ہم حضرت مصباحی صاحب اور دیگر اکابر عُلماے اہلِ سُنَّت کے ممنون وشکر گذار ہیں۔ ہم شکر گذار ہیں اپنے پیر بھائیوں کے بھی جن کے تعاون سے اس طرح کے کئی اہم پروگرام خانقاہ کے ذریعہ ہوئے۔

خانقاہ کے زیراہتمام، حضرت مصباحی صاحب کی تحریک پر جو دو اہم، انقلاب آفریں سیمینار وکانفرنس ہوئے ان کے مقاصد واثرات کو مختصراً یہاں ذِکر کیا جانا مقصود ہے۔

(۱) پہلا ''سَوادِاعظم کانفرنس'' ہے۔ عام روایت کے برخلاف ''سَوادِاعظم'' کے نام سے کانفرنس کے انعقاد کا مقصود یہ تھا کہ لوگ جماعتِ اہلِ سُنَّت کے اس نام سے واقف ہوں جو حدیثِ رسول سے ماخوذ ہے۔ اور ''سَوادِاعظم'' کی تاریخ سے بھی واقف ہوں۔ اکابر ومشائخِ اہلِ سُنَّت کی خدمات وکارنامے اور مساعیِ جمیلہ سے آگاہی حاصل کریں۔

پوری جماعتِ اہلِ سُنَّت میں اس نام سے کانفرنس کے انعقاد کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس تعلق سے ہمیں بعض تلخ تجربات سے بھی سابقہ پڑا۔ جب ہم نے اس نام سے اشتہار چھپوایا اور وہ لوگوں کے درمیان پہنچا تو سمجھ میں آیا کہ خود اہلِ سُنَّت اس لفظ کے معنی ومفہوم سے ناآشنا نظر آئے۔ لیکن۔ کانفرنس کے انعقاد اور اس میں منصوبہ بند طریقے سے سَوادِاعظم کے معنی ومفہوم، تاریخ کے تعلق سے بڑے بڑے بینر کے نمائش اور پھر کانفرنس کے خصوصی موضوع ''انیسویں وبیسویں صدی عیسوی میں عُلماے اہلِ سُنَّت کی علمی فقہی اور مذہبی خدمات'' پر کانفرنس میں موجود تین اکابرِ اہلِ سُنَّت عُلماے ذَوِی الاحترام، صدرُ العلما حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مفکّرِ اہلِ سُنَّت حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، سراجُ الفُقہا

حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی کے وقیع، اور معلوماتی خطابات ہوئے تو کانفرنس میں موجود ہر شخص کے چہرے پر خوشی وطمانیت کی لکیریں پھیل گئیں۔

کانفرنس کے اختتام کے بعد بہت سے عُلما اور دیگر حضرات نے براہِ راست ہمیں اس اہم موضوع پر کانفرنس کے انعقاد پر مبارک بادیاں دیں۔

نتائج کے اعتبار سے یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ: کانفرنس کے دوران ہی بہت سے عُلما ومشائخِ کرام نے اس قدم کو مثالی قرار دیا۔ چنانچہ اب اسی نام سے کئی ایک پروگرام مختلف اداروں اور تنظیموں کی جانب سے الگ الگ شہروں میں منعقد کیے جا رہے ہیں، جن کے اچھے اثرات بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ چنانچہ ۲/۳ رفروری ۲۰۱۳ء کو تبلیغِ سیرت کلکتہ کی جانب سے ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت کانفرنس'' شان وشوکت کے ساتھ امینِ ملّت حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجّادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارَہرہ شریف کی سرپرستی میں منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی اور حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی بھی شریک تھے۔

ان سب کے باوجود ابھی بھی بیشتر اَفراد اس لفظ کی اہمیت وافادیت اور وسیع معنی ومفہوم سے ناواقف ہیں۔ اِسی وجہ سے ناچیز نے رئیس القلم حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی مُدَّ ظِلُّہٗ سے اسی موضوع پر آپ کی ایک اہم اور وقیع کتاب ''سَوادِ اعظم'' کی اشاعت کی اجازت طلب کی ۔آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے اس کی اشاعت کی اجازت نہ صرف عطا فرمائی بلکہ خانقاہِ قادریہ اَیُّوبیہ کی جانب سے اس حالیہ ایڈیشن کی اشاعت میں بعض مفید چیزوں کا اضافہ بھی فرمایا۔ خانقاہ کے زیرِ اہتمام منعقدہ ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' کا تاریخی خطبۂ صدارت جو آپ ہی نے دیا تھا اسے بھی ہم نے اِفادۂ عام کی غرض سے شریکِ اشاعت کرلیا۔

آپ کو یہ جان کر بے حد مسرت ہوگی کہ بائیس سَو (۲۲۰۰) سو کی تعداد میں اس رسالہ ''سَوَادِ اعظم'' کی اشاعت کی جارہی ہے۔ جس کے بعد اِن شاءَ اللّٰہ ملک کے مختلف شہروں علاقوں اور عوام وخواص تک یہ اہم کتاب پہنچ جائے گی اور لوگ اس کے مطالعہ کے ذریعہ سَوادِ

اعظم ومسلکِ سوادِ اعظم ،اکابرومشائخِ سَوادِ اعظم ،اوراَفکارِسَوادِ اعظم اہلِ سُنّت کےتعارف کے ساتھ اس جماعتِ حق واہلِ حق سے الگ ہونے والے نوزائیدہ طائفۂ وھابیہ کی تاریخی سرگذشت سےبھی اختصار کےساتھ واقف ہوجائیں گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مصباحی صاحب نے اصطلاحِ ''سَوادِ اعظم'' کی ترویج میں پیش قدمی کرکے جماعتِ اہلِ سُنّت کے درمیان منفرد کردار ادا کیا ہے۔جس کے لئے آپ پوری جماعت کی جانب سے ہدیۂ تبریک وتحسین کے مستحق ہیں۔

(۲) دوسرا نہایت تاریخی پروگرام ''سہ روزہ امامِ اعظم سمینار وکانفرنس بمبئی'' ہے۔جوخانقاہ ایوبیہ کوشی نگر۔یوپی کے زیراہتمام گوونڈی ممبئی میں ۲۱،۲۲،۲۳ دسمبر۲۰۱۲ء کومنعقدہوا۔

امامِ اعظم سمینار وکانفرس،جسے مفکّرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی صاحب قبلہ کی تحریک وذہن سازی پرکیا گیا۔اس میں پچاس (۵۰) سے زائد اصحابِ قلم ،اربابِ فکرودانش شریک ہوئے اور اَلحمدُ لِلّٰہ اس سمینار وکانفرنس کواندازہ سے زیادہ کامیابی ملی۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ اورفقہِ حنفی کے تعارف وتشہیر پرمبنی اپنی نوعیت کی یہ پہلی اورمنفرد ،منظّم اوربے حد کامیاب کانفرنس تھی۔جس کی سرپرستی امینِ مِلّت حضرت پروفیسر سید شاہ محمدامین میاں قادری برکاتی زیبِ سجّادہ خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے فرمائی۔

اس کانفرنس کے انعقاد کامقصد لوگوں کوامامِ اعظم اورفقہِ حنفی سے واقف کرانا تھا۔ برِصغیرھندوپاک وبنگلہ دیش کی غالب اکثریت بحمدہٖ تعالیٰ فقہِ حنفی کی مقلّد ہے۔اورتقلیدِ فقہی کوحق اور جائز بلکہ واجب اورذریعۂ نجات سمجھتی ہے۔لیکن عوام کاحال یہ ہے کہ وہ اپنے امام اورمسلکِ حنفی سے بہت کم واقفیت ہیں۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ کی شخصیت،عالمِ اسلام میں فقہِ اسلامی کی تدوین وترتیب کےتعلق سے انفرادی حیثیت کی حامل ہے۔آپ تمام فقہا ومحدِّثین کے امام ہیں۔آپ کی مدوّن فقہ کے مطابق عالمِ اسلام کے بہت سے مسلم ممالک کی بڑی تعداد،بشمول ہندوستان کی کثیرآبادی اپنے مسائلِ حیات میں فقہِ حنفی کے مطابق عمل

کرتی ہے۔

اِدھر پچھلے کچھ سالوں سے غیر مقلّدین اپنے گمراہ کن پروپیگنڈے کے ذریعہ خوش عقیدہ مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں۔اور تقلیدِ ائمہ سے بیزاری کا فکری مرض، مسلم معاشرے میں پیدا کررہے ہیں۔چنانچہ اس کے سَدِّ باب کے لئے امامِ اعظم اور فقہِ حنفی کے حوالے سے یہ اہم پروگرام منعقد کیا گیا ۔جس کے خاطر خواہ نتائج وفوائد بھی سامنے آرہے ہیں۔

جلد ہی امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس منعقدہ بمبئی کی روداد اور اصحابِ قلم کے مقالات کی اشاعت عمل میں آئے گی۔مجموعۂ مقالات کی کمپوزنگ وپروف ریڈنگ اور ترتیب کا صبر آزما کام حضرت مفتی نظام الدین رضوی صدر شعبۂ اِفتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔یوپی کی نگرانی میں چند متحرک وفعال اساتذۂ اشرفیہ مبارک پور کی مخلصانہ کوششوں سے پایۂ تکمیل تک پہونچ چکا ہے۔

اسی سلسلۂ سیمنار و کانفرنس کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی تحریک وقیادت میں لکھنؤ میں بھی ایک عظیم الشان ''امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس '' کا انعقاد حضرت امینِ مِلّت ،سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ برکاتیہ مارَہرہ شریف کی سرپرستی میں ۲۴؍مارچ (۲۰۱۳ء) کو بارہ دری ،قیصر باغ لکھنؤ میں ہورہا ہے اور ملک کے دیگر اَطراف میں بھی اسی طرح کے پروگرامز کیے جانے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔جن کے ذریعہ'' اسلاف شناسی'' کی اس تاریخ ساز تحریک کو جس کا باضابطہ آغاز حضرت مصباحی صاحب کی تحریک وقیادت میں ۲۰۱۱ء کی ''تحریک فضلِ حق شناسی'' کے ذریعہ شروع ہوا، آگے بڑھایا جائے گا۔اور اسلاف واکابرِ اہلِ سُنّت کی دینی وعلمی خدمات سے قوم کو واقف وباخبر کیا جائے گا تاکہ ہماری غالب بلکہ کل آبادی اپنے اسلاف کے مَسلک اور شاہ راہِ سَوادِ اعظم سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہے۔

مختلف اداروں اور تنظیموں کی جانب سے جن مشاہیرِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت پر سمینار و کانفرنس کے انعقاد کا منصوبہ اور خاکہ تقریباً تیار ہوچکا ہے ان میں یہ عظیم اکابر عُلما ومشائخِ کرام شامل ہیں:

قطبِ کوکن حضرت مخدوم مہائمی ،شہنشاہِ اودھ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی ،امامُ المحدِّثین شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی ،سراجُ الھند شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی ،بحرالعلوم علاّمہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی۔

مذکورہ اکابرواسلافِ سَوَادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کی حیات وخدمات سے متعلق ہونے والے سمینارو کانفرنس کے بعد یا ساتھ ہی میں یکے بعد دیگرے مزید دیگر مشاہیر عُلما ومشائخِ کرام پر بھی اسی طرح کے پروگرام کا ملک کے مختلف حصوں میں انعقاد ہوگا۔اِنْ شاءَ اللّٰہ تَبارک وتعالیٰ ۔

خانقاہِ قادریہ ایوبیہ کے زیراہتمام جو بھی کام انجام پذیر ہورہے ہیں ان سب کی تحریک وتکمیل میں ہم اپنے موجودہ اکابرین،حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی،حضرت مولانا محمد احمداعظمی مصباحی،حضرت مفتی نظام الدین رضوی مصباحی،اوران کے علاوہ حضرت مولانا فروغ احمداعظمی مصباحی اوراپنے دیگرنوجوان عُلما ورُفقا کے بے حد ممنون ہیں کہ یہ حضرات ہرطرح سے ہماری رہنمائی فرماتے ہیں اورتحریکی پیش قدمی کے لئے ہمارے ناتواں کندھوں کوسہارا دیتے رہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کوسَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کی بیش ازبیش خدمت انجام دینے اوراپنے اَکابر واسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے کی توفیقِ خیر عطا فرمائے۔

آمین! بجاہِ النَّبِیّ الکریم عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ واصحابہٖ الصَّلوٰۃُ والتَّسلیم ۔

طالبِ دعا: شاہ محمد سبطین رضا قادری،ایوبی

سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ ایوبیہ،پپراکنک ضلع کوشی نگر۔مشرقی یوپی۔انڈیا

بروز دوشنبہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ۔مطابق ۴ مارچ ۲۰۱۳ء

سَوادِ اعظم اور سلسلۂ ولی اللّٰہی عزیزی

مُتَّحِدہ ہندوستان کے طبقۂ عُلما میں اِمامُ المحدِّثین، مُحقِّق علی الاِطلاق، عاشقِ رسول، شیخُ الھند شاہ عبدالحق مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) کا نام سرِ فہرست ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ علمِ حدیث میں کمالِ تبحُّر و جامعیت کے ساتھ اس کی نشر و اشاعت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا سب سے زیادہ منظَّم و مسلسل اور باضابطہ خدمت کا سرزمینِ ہند میں اوَّلین اِعزاز آپ کو ہی حاصل ہوا۔

اسی خدمتِ علمِ حدیث کی دوسری کڑی کا نام شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ) ہے۔ جن کے قابلِ اِفتخار فرزند سراجُ الھند شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) نے ساٹھ (۶۰) سال تک دہلی میں بیٹھ کر درسِ حدیث دیا اور متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے اور چپے چپے کو علمِ حدیث کی شمعِ فروزاں سے روشن و منوّر کر دیا۔

دہلی کے ساتھ اَوَدھ کا خانوادۂ فرنگی محل (لکھنؤ) بھی دوڈھائی صدی تک علم و فضل کا نمایاں ترین مرکز رہا ہے۔ دہلی میں منقولات اور اَوَدھ (لکھنؤ اور اس کے اَطراف و جوانب) میں معقولات کا سِکَّہ ہندوستان بھر میں اسی خانوادۂ ولی اللّٰہی عزیزی دہلی و خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ کا جاری تھا۔ اور دونوں خانوادوں کو دینی و علمی سطح پر سَوادِ اعظم اہل سُنَّت و جماعت کی قیادت و رہنمائی کا اِعزاز بھی حاصل تھا۔

موجودہ ہندو پاک و بنگلہ دیش کے تقریباً سبھی دینی و علمی خانوادے اور مدارس و مراکز، دہلی و اَوَدھ کے انھیں دونوں منقولی و معقولی سلسلوں سے وابستہ ہیں۔

اسی سلسلۂ علم و فضل و خیر و برکت کا تعارف و تذکرہ بنام "سَوادِ اعظم اور سلسلۂ ولی اللّٰہی عزیزی" دو جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جو اِن دینی و علمی سَلاسِل سے تعلق رکھنے والے اہلِ ذوق کے لئے خصوصاً اور دیگر حضرات کے لئے عموماً نہایت قابلِ مطالعہ اور نافع و مُفید ہے۔

یٰسٓ اختر مصباحی ۔ بانی و صدر دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

سواد اعظم اہل سنت

مسلمانوں کی بڑی جماعت کا پیغمبرانہ عنوان

آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال کے زیر اہتمام کولکاتا میں منعقد دوروزہ سواد اعظم اہل سنت کانفرنس میں حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی کا اظہار خیال

پیغمبر اسلام حضرت نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام علوم عطا کر کے مبعوث فرمایا جن کی منصب نبوت ورسالت کے مطابق انہیں ضرورت تھی۔ ہمارے نبی بیشک امی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کسی بھی انسان سے کسی طرح کی بھی تعلیم حاصل کرنے کی مہلت نہیں دی بلکہ ایسا معلم اخلاق بنا کر بھیجا جس نے کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر نہایت قلیل مدت میں پوری دنیا کے اندر علم وعمل کا آفاقی انقلاب برپا کردیا۔ مذکورہ خیالات کا اظہار آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال کے زیر اہتمام توپسیا فٹبال گراؤنڈ کولکاتا میں منعقد دوروزہ سواد اعظم اہل سنت کانفرنس میں سرپرست اجلاس حضرت امین ملت شیخ طریقت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی صاحب قبلہ نے اپنے خصوصی خطاب میں کیا۔

تبلیغ سیرت کی دس نئی کتابوں کی رونمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ آج آل انڈیا تبلیغ سرت کی پچاس کتابیں مکمل ہوگئیں اور یہ کانفرنس آل انڈیا تبلیغ سیرت کی گولڈن جبلی کانفرنس ہے۔ حضرت نے تبلیغ سیرت کا ویب سائٹ tableeghseeratcom کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ سوادِ اعظم اہل سنت مسلمانوں کی بڑی جماعت اور گروہ کا پیغمبرانہ عنوان ہے، جامع ترمذی شریف کی مشہور حدیث ہے جس میں پیغمبر اسلام نے ہمیں

سوادِاعظم کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔

پہلے دن کانفرنس کی بتدا قاری نور عالم صاحب نے تلاوت قرآن سے کی اور حافظ محمد شہزاد عالم گیاوی، مولانا شاہد حسین مصباحی، محمد اشتیاق عالم مصباحی نے نعتوں کا گلدستہ پیش کیا۔ لندن سے براہ راست آڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خطاب کرتے ہوئے علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی نے کہا کہ اپنے عقائد ونظریات اور معمولات کی تبلیغ وتعارف زندہ دل قوم کی شناخت ہےاور زندہ دل قومیں ہی تاریخ عالم میں اپنا وجود باقی رکھ پاتی ہیں، سواد اعظم اہل سنت کا یہ تاریخی اجلاس مسلمانان ہند کی زندہ دلی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ افتتاحی خطاب مولانا نعمت حسین حبیبی سربراہ مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال نے کیا، حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ اور انجینئر سید فضل اللہ چشتی دہلوی نے اصلاح معاشرہ اور عقائد ومعمولات اہل سنت پر بصیرت افروز خطاب کیا، نظامت کے فرائض راقم محمد ظفر الدین برکاتی نے انجام دئے اور مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی (داعی وکنوینر) نے خطبہ استقبالیہ کیا جب کہ ڈاکٹر نظام الدین مصباحی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

دوسرے دن بارہ بجے دن میں کولکاتا بک فیئر سائنس سٹی کے اسٹیٹ بینک کے آڈیٹوریم میں تبلیغ سیرت کے زیر اہتمام ''اسلامی تعلیمات اور اصلاح معاشرہ'' کے موضوع پر تعلیمی سیمینار میں توسیعی خطاب کرتے ہوئے پرفیسر سید امین میاں قادری استاذ شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے کہا کہ دین اسلام کی قانونی کتاب قرآن کریم میں انسانوں کی فکری اور عملی اصلاح پر خاص زور دیا گیا ہے اور معلم اخلاق حضرت پیغمبر اعظم ﷺ نے ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک تعلیم حاصل کرتے رہنے کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے۔ حضرت امین ملت نے فرمایا کہ علم نافع دونوں جہاں میں لوگوں کو عزت بخشتا ہے۔ حضور پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ علم ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے زندگی بھر علم تقسیم فرمایا، صحابۂ کرام، تابعین عظام او بزرگان دین نے اس سلسلے میں بڑی کوششیں کی ہے۔ جب مسلمان علم سے آراستہ تھے تو دنیا کی قیادت کا سہرا مسلمانوں کے سر تھا لیکن جب

سے علم سے دور ہوئے ہیں تنزلی، بے عزتی، بربادی، بے بسی نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے۔ لہٰذا پہلی فرصت میں علم کی طرف توجہ دیں تاکہ قوم اور ہماری نئی نسلیں ترقی کی راہ پر کھڑی ہو سکیں۔ یہی ہمارا برکاتی نعرہ ہے "آدھی روٹی کھاؤ بچوں کو پڑھاؤ"

علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دارالقلم دہلی نے اپنے خصوصی خطاب میں کہا کہ اسلام جماعت کی اصلاح کے ساتھ فرد کی اصلاح پر بطور خاص زور دیتا ہے اس لیے کہ افراد کی اصلاح ہو جائے تو جماعت اور معاشرہ کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے اور پھر سماج کی ہر اچھائی اور برائی کو ہم خود دور کر لیتے ہیں۔ آج اگر جہیز کی وجہ سے ہمارے سماج کی لڑکیوں کا عائلی مستقبل خراب ہوتا ہے تو اس کے ذمہ دار ہم بھی ہیں۔ مصباحی صاحب نے علم کی اہمیت وافادیت پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علم ہی اچھی اور بری چیز میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ اور صاحب علم کو باوقار زندگی دلاتا ہے۔ ہر طرح کے ظلم و زیادتی اور حقوق کی پامالی سے انسان کو بچاتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ علم دین و دنیا حاصل کرے اس سے خود فائدہ اٹھائے اور قوم کو بھی فیضیاب کرے۔

اس موقع پر ڈاکٹر فضل اللہ چشتی نے اسلام کے اخلاقی پہلو پر مختصر سی گفتگو فرمائی۔ سیمینار کے بعد حضرت امین ملت اور پچاس سے زائد علما و دانشور حضرات نے سیرت پبلی کیشنز کے بک اسٹال نمبر 382 میں پہنچ کر بہت سی دینی کتابیں خریدیں اور دوسروں کو بھی خرید کر اپنے احباب تک پہچانے کی تلقین کی۔

۲ فروری سنیچر کی رات توپسیا فٹ بال گراؤنڈ میں جب کہ ۳ر فروری اتوار کی رات برجونالہ مٹیا برج میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کے زیر اہتمام اہل سنت کانفرنس سرزمین کلکتہ میں اس لحاظ سے منفرد تھی کہ اس کانفرنس میں آسمان علم و فن اور تصوف و طریقت کے ماہ و نجوم بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اس کانفرنس کی سرپرستی گل گلزار قادریت و برکاتیت حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نے فرمائی۔ آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی اشاعتی اور تبلیغی کاوشوں اور

مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی کی کارگزاریوں کو مجاہد ملت کی کرامت قرار دیا اور فرمایا کہ مولانا پر ان کے مرشد گرامی مجاہد ملت کا خصوصی کرم ہے کہ وہ حضرت مجاہد ملت کے مشن پر کام کر رہے ہیں۔ ہماری دعائیں مولانا کے ساتھ ہیں اور موصوف پوری جماعت اہل سنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔آپ نے ہر دو مقام پر سامعین اور حاضرین سے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افکار ونظریات کو اپنائیں، اعلیٰ حضرت حق اور باطل کے درمیان کسوٹی ہیں۔امام احمد رضا کا پیغام محبت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ ہے۔

لہٰذا مسلمان اس پر سختی سے قائم ہو جائیں۔

حضرت نے مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ توپسیا، اور آل انڈیا تبلیغ سیرت کی ترقی اور استحکام کے لیے دعا بھی فرمائی۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن نے آڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ برجونالہ مٹیا برج میں بھی خطاب فرمایا۔کلکتہ کی سرزمین پر اہل سنت کے کسی اسٹیج پر یہ پہلا موقع تھا کہ بیرون ملک سے بذریعہ آڈیو کانفرنسنگ خطاب نشر ہوا ہو۔علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب نے نوجوانوں کو اخلاقی و اعتقادی بے راہ روی اور زبوں حالی سے باہر آنے کی راہ بتائی اور کہا کہ جس قوم کے نوجوان پاک باز اور صالح ہوتے ہیں اور علوم دنیاوی اور دینی سے آراستہ ہوتے ہیں، دنیا کی کوئی طاقت انہیں سرنگوں نہیں کر سکتی بلکہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں وہ کامیابی کے حقدار ہوں گے۔ دنیا کی مختلف قومیں اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتی ہیں اسی لیے وہ مسلم ممالک پر یکے بعد دیگرے جنگ مسلط کر رہی ہیں۔اخلاقی و اعتقادی بے راہ روی جو ہمارے نوجوانوں میں در آئی ہے یہ بھی اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔مسلمانوں بالخصوص علما کو چاہیے کہ حالات کو بدلنے کے لیے کام کریں۔ اگر ہم نے آج غفلت برتی تو کل بروز قیامت اللہ ورسول کو کیا منہ دیکھائیں گے؟

محسن قوم وملت حضرت علامہ عبد المبین نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور نے

فرمایا کہ آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال نے سواد اعظم اہل سنت کانفرنس منعقد کر کے بڑا کام کیا ہے۔قوم کے لیے تبلیغ سیرت کی مطبوعات، ویب سائٹ،عقائد اسلامی کورس،تبلیغی نششتیں، گرمیوں کی چھٹیوں میں دینی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد بلاشبہ عظیم کارنامہ ہے جسے سالوں سے مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی انجام دیتے آرہے ہیں۔ پھر آپ نے بدعقیدہ فرقوں کے بعض غلط نظریات کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے جس پر قرآن کی آیتیں اور حدیثیں شاہد ہیں۔اسی طرح محفل میلاد بھی اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی علامت ونشانی ہے۔محفل میلاد مبارک کے جواز پر قرآن وحدیث میں متعدد دلائل موجود ہیں لہٰذا میلاد شریف کے خلاف گفتگو کرنا یقیناً قرآن و حدیث سے جہالت کا نتیجہ ہے۔

انجینئر سید فضل اللہ چشتی صاحب نے اپنے خطاب میں فرقہ غیر مقلدین کے نظریات پر قدغن لگاتے ہوئے کہا کہ کسی جماعت کا نام اہل سنت و جماعت ہو،اس کی تائید تو ہے لیکن کسی بھی حدیث سے اس امر کی تائید نہیں لائی جاسکتی کہ کسی جماعت یا فرد کو غیر مقلد اور سلفی کہا جائے اور کہا کہ تقلید کا رواج زمانہ اول ہی سے چلا آرہا ہے۔قرآن وحدیث میں تقلید پر دلائل بھی موجود ہیں لیکن کچھ لوگ قرآنی دلائل اور حدیث سے منھ موڑ کر غیر مقلد و سلفی بن کر قرآن وحدیث کے صریح احکام کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔

مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مفتی عبدالواجد قادری بانی جامعہ واجدیہ دربھنگہ بہار نے فرمایا کہ اللہ کا انعام وکرم اسی پر ہوتا ہے جو بزرگوں سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ماضی میں جس نے بھی کامیابی حاصل کی ہے وہ بزرگوں کی دعاؤں کا ہی ثمرہ ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ بزرگوں سے جڑے رہیں۔

مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی نے کہا کہ تنظیم آل انڈیا تبلیغ سیرت تعلیم اور تحریر کے ذریعہ دین وسنیت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا وعلیہ الرحمہ کے افکار ونظریات کی ترویج و اشاعت کررہی ہے۔مسلمانوں کو چاہئے کہ دل سے ہمارا ساتھ دیں تاکہ ہم اور بہتر طور پر

دینی خدمات انجام دے سکیں ۔اس کانفرنس کے دیگر معزز شرکاء میں حضرت پیرزادہ سید شاہد حسین زیدی بلگرامی صاحب قبلہ، خلیفہ مجاہد ملت حضرت الحاج مدثر حسین حبیبی صاحب ناظم اعلیٰ آل انڈیا تبلیغ سیرت، مولانا محمد مشرف حسین رضوی امام نور محمدی مسجد توپسیا، مولانا اکبر علی مصباحی، مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی ازہری، مولانا رحمت علی مصباحی، مولانا مرشد عالم مصباحی، مولانا امتیاز احمد مصباحی، قاری نور عالم رضوی امام ناخدا مسجد، حافظ شمیم اختر رضوی اور دیگر درجنوں علما، ائمہ، حفاظ اور مدارس کے اساتذہ شریک ہوئے۔

رپورٹ: مولانا ظفر الدین برکاتی مدیر ماہنامہ کنز الایمان دہلی

آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا مغربی بنگال کے
اغراض ومقاصد

بنگال کی سرزمین پر تحریک آل انڈیا تبلیغ سیرت تقریباً ۱۹۷۱ء سے مسلک اہل سنت وجماعت کے افکار ونظریات کے فروغ کے لیے رہنمائے اہل سنت امام التارکین سراج السالکین حضور مجاہد ملت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری ہاشمی علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت الحاج مدثر حسین حبیبی صاحب قبلہ کی سربراہی میں دینی خدمات انجام دے رہی ہے۔

اغراض ومقاصد

- مسلمانوں میں مذہبی رجحان پیدا کرنا، انہیں فرائض وواجبات کی ترغیب دینا۔
- دلوں میں عشق واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ بیدار کرنا۔
- مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کرنا۔
- اسکولوں میں پڑھنے والے چھوٹے بچوں نوجوانوں اور کاروبار سے جڑے ہوئے یا معذور ہو چکے عمر رسیدہ لوگوں کے لیے دینی تعلیم کا نظم کرنا۔
- اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں ان کا دلائل کی روشنی میں معقول جواب دینا۔
- عام فہم زبان میں عامۃ الناس کے لیے مذہبی کتابیں شائع کرنا۔
- جابجا دینی ومذہبی نشستیں کرنا۔
- قدرتی آفات یا فسادات کے سبب تباہ حال لوگوں کی امداد کرنا۔

بحمدہ تعالیٰ مذکورہ امور تین شعبہ جات

(۱)-شعبہ تعلیم (۲)-شعبہ تبلیغ (۳)-شعبہ نشر واشاعت۔ کے ذریعہ انجام دیئے جا رہے ہیں۔

Published by

MADINATUL ULOOM INSTITUTE, TOPSIA

ALL INDIA TABLEEGH -E- SEERAT KOLKATA, WB
E-mail: tableegh.e.seerat@gmail.com Mob. 9830367155
Visit at : Website : www.tableeghseerat.com